آؤ ہم تم دونوں ساتھ چلیں

فضہ بتول

آؤ ہم تم دونوں ساتھ چلیں

فضہ بتول

نوٹ:-

اس ناول کے جملہ حقوق گروپ آف پرائم اردو ناولز کے نام محفوظ ہیں۔ لہذہ اس تحریر کی کسی بھی دوسرے رسالے، ڈائجسٹ، یا کسی ویب سائٹ پر کسی بھی شکل میں کاپی کرنا ممنوع ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف قانونی کاروائی کی جاسکتی ہے۔

Copy rights reserved to :-

http:// primenovels.blogspot.com

"مس زر نگار احمد! کیا آپ یہ بتانا پسند کریں گی کہ قائداعظم نے اپنے تاریخی چودہ نکات کس سن میں پیش کئے تھے" پروفیسر ارمغان صدیقی نے دوران لیکچر اچانک ہی سوال داغا تھا۔ اور مخاطب تھی وہ... جو بالکل غائب دماغی کے عالم میں کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔

برابر بیٹھی ایمن کے کہنی مارنے پر اس نے چونک کر گردن گھمائی۔ پروفیسر ارمغان کلاس کے بیچوں بیچ کھڑے اسکو گھور رہے تھے۔۔

"جج... جی سر۔۔" اس نے تھوک نگلتے ہوئے پوچھا۔ سر ارمغان کا اسے مخاطب کرنا اسکے لئے کبھی بھی اچھا شگون ثابت نہیں ہوتا تھا۔

"میں نے پوچھا ہے کہ قائداعظم نے اپنے تاریخی چودہ نکات کس سن میں پیش کئے تھے" انھوں نے انتہائی ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا سوال دہرایا تھا۔ زرنگار نے پزل سی ہو کر ارد گرد نگاہ دوڑائی۔ تمام کلاس کے ہونٹوں پر دبی دبی مسکراہٹ مچل رہی تھی۔ اس نے سر جھکا لیا۔

"مس زر نگار احمد!" سر نے پھر اسے مخاطب کیا تھا۔ اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

"Can't you hear" وہ اچانک غصے سے بولے تو اس نے ایک جھٹکے سے اپنا سر اٹھایا۔ وہ ڈائس کے قریب رک کر اسے غضبناک نظروں سے گھور رہے تھے۔

"I have no idea sir"

اس نے نظریں جھکا کر مدھم آواز میں جواب دیا تمام کلاس ہنسنے لگی۔

"Silence"

وہ ڈائس پہ ہاتھ مار کر دھاڑے۔ کلاس میں آن واحد میں سناٹا چھا گیا تھا۔

"I think that's enough for today"

انھوں خود کو کمپوز کرتے ہوئے نارمل انداز میں کہا اور کلاس کے دروازے کی جانب بڑھے۔ زرنگار نے اطمینان کا سانس لیا۔ وہ کلاس کے دروازے میں رک کر پلٹے۔

"مس زر نگار احمد! تمام کلاسز سے فری ہو کر میرے کیبن میں تشریف لائیے گا۔" انھوں نے پر سکون لہجے میں اسے مخاطب کیا تھا اور پھر انکے جاتے ہی کلاس میں بھانت بھانت کی آوازیں گونجنے لگی تھیں۔ جبکہ اپنی متوقع عزت افزائی کے خیال سے اسکا دل ابھی سے لرزنے لگا تھا

____

"سرسید نے پنجاب میں علی گڑھ یونیورسٹی کب قائم کی تھی مس زہ" وہ اپنے کیبن میں اپنی مخصوص چیئر پہ براجمان تھے اسکا پچھلا sessional انکے سامنے ٹیبل پہ رکھا ہوا تھا اور وہ کسی کٹھرے میں کھڑے مجرم کی طرح سر جھکائے کھڑی تھی..

"بہت سی نئی معلومات حاصل ہوئی ہیں مجھے آپکے پیپر سے.. مثلا سرسید 1703ء میں پیدا ہوئے انکے والد کا نام شاہ عبدالعزیز تھا وغیرہ وغیرہ.." وہ اپنے مخصوص ٹھنڈے لہجے میں طنز کے تیر چلا رہے تھے. اور اسکا جھکا سر مزید جھکتا چلا جا رہا تھا. "میں آپکی معلومات کے اس نادر ذخیرے سے بہت متاثر ہوا ہوں.. ویسے برسبیل تذکرہ آپکی اس معلومات کا ذریعہ کونسی نادر کتب ہیں.." وہ ٹیبل پہ کہنی ٹیک کر ذرا سا آگے جھک آئے تھے. انکی سخت گیر آنکھیں عینک کے پیچھے سے اسکو گھور رہی تھیں. وہ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں کی عملی تفسیر بنی کھڑی تھی. "اب آپ جا سکتی ہیں. لیکن ایک بات 'جب استاد آپ سے کچھ پوچھ رہا ہو تو آگے سے جواب نہ دینا انتہائی بدتمیزی کے زمرے میں آتا ہے. اور اس قسم کے ٹیسٹ.." انھوں نے ٹیبل سے اسکا ٹیسٹ اٹھا کر اسکے سامنے لہرایا. "میں مزید یہ سب برداشت نہیں کروں گا. یہ میری طرف سے آپکو لاسٹ وارننگ ہے. انڈر اسٹینڈ." انھوں نے شہادت کی انگلی اٹھا کر اسے تنبیہہ کی تھی. اس نے بمشکل سر اثبات میں ہلایا اور انکے کیبن سے باہر آ گئی.

"مجھ سے نہیں پڑھا جاتا ایمن میں کیا کروں.." وہ اپنی واحد سہیلی کے آگے اپنا مسئلہ بیان کر رہی تھی. "میں سمجھ سکتی ہوں زری. جس طرح کے مسائل سے تم گزری ہو اسکے بعد پڑھائی میں دھیان لگانا واقعی بہت مشکل ہے." ایمن نے سر ہلا کر نرم لہجے میں کہا تھا. "لیکن سر ارمغان کو یہ بات کون سمجھائے انہیں تو بس میری انسلٹ کرنے میں خاص مزہ آتا ہے." زرنگار کے چہرے پہ جھنجھلاہٹ کے آثار تھے. "یار انکو کیا معلوم سہ تمہاری زندگی کے کیا مسائل ہیں یا تمہاری ذہنی حالت کیسی ہے. وہ تو تمہاری کلاس پرفارمنس کے پیمانے پر ہی تمھیں جج کرتے ہیں ناں." ایمن کے تو وہ فیورٹ پروفیسر تھے اسلئے اس نے فوراً انکی جانب سے صفائی پیش کی تھی.

"ایمن کیا یہ ضروری تھا سہ یہ سب میرے ساتھ ہی ہوتا.." زرنگار سراپا سوال بنی پوچھ رہی تھی ایمن نے ایک گہرا سانس بھرا. زرنگار کے اس سوال کا اسکے پاس کوئی جواب نہ تھا.

"اللہ کو یونہی منظور تھا زری.. تم کیوں الجھاتی ہو اپنے ذہن کو "؟

"میں تو نہیں الجھاتی میرا دماغ خود ہی الجھتا رہتا ہے ہر وقت".

"زری صبر کرو. اللہ کے ہر کام میں بہتری ہوتی ہے".

"بچپن سے آج تک میں نے صبر ہی تو کیا ہے ایمن." وہ جیسے پھٹ پڑی تھی. "پانچ سال کی عمر میں ماما ہمیشہ کیلئے چھوڑ کر چلی گئیں تب بھی صبر کیا. ڈیڈی میرے لئے اسٹیپ مدر لے آئے مجھے بھول گئے صرف اپنی نئی بیوی اور بچوں کے ہو کر رہ گئے اور پھر ایک دن مجھے بے آسرا چھوڑ کر دنیا سے ہی منہ موڑ گئے.. میں نے ہر ہر مقام پہ صبر ہی تو کیا ہے. مگر میں اس بات پہ صبر نہیں کر پا رہی ایمن.." وہ تیز تیز بولتے ہوئے اپنی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں سے بالکل بے پرواہ نظر آ رہی تھی. ایمن کچھ نہ بولی. وہ متاسف نظروں سے اسکی طرف دیکھتی رہی.

"میں نے آج تک ہر نا رسائی ہر دکھ کو صبر و تحمل سے برداشت کیا کیوں کہ میرے پاس میرے باپ کے نام کا فخر موجود تھا مگر اب.... اب تو میرے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہا ایمن. میرا دامن بالکل خالی ہو گیا ہے. میں نے اپنی زندگی کے پچیس سال جھوٹ میں گزار دیئے اور مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ میں کیسے اپنے ارد گرد بسنے والوں کے ھاتھوں بے وقوف بنتی رہی." وہ بولتے بولتے تھک گئی تو اپنا چہرہ دونوں ھاتھوں میں چھپا کر ہانپنے لگی گویا طویل مسافت طے کر کے آئی ہو.

ایمن نے یاسیت سے اپنا سر جھکا لیا اس کے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا. زرنگار کے صبر کی داستان واقعی بہت طویل تھی.

آج صبح سے ہی آسمان پر بادل منڈلا رہے تھے. اور اسکے دن کا آغاز ہی برا ہوا تھا. پہلے آنکھ دیر سے کھلنے کی وجہ سے فجر کی نماز قضا ہو گئی پھر پوائنٹ مس ہو جانے کی پاداش میں بس کی لیے خوار ہونا پڑا اور یونیورسٹی پہنچ کر معلوم ہوا کہ آج اچھے موسم کی خوشی میں کوئی کلاس نہیں ہو گی. وہ جی بھر کر بدمزہ ہوئی تھی. گھر واپس بھی نہیں جا سکتی تھی کیونکہ بارش شروع ہو چکی تھی اور کچھ ایسی رفتار سے شروع ہوئی تھی جیسے بہت دیر سے ہوتی رہی ہو. وہ ایمن کی تلاش میں کیفیٹیریا چلی آئی. وھاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ایمن آج یونیورسٹی ہی نہیں آئی. یہ اطلاع اسے اسکی کچھ کلاس فیلوز سے ملی تھی.

"تمھیں نہیں بتایا اس نے.. ویری سٹرینج.. مجھے تو کل رات ہی اسکا ٹیکسٹ آ گیا تھا." امبر نے حیرت کا اظہار کیا تھا. سب ھی جانتے تھے کہ ایمن زرنگار کی بہترین دوست ہے.

"میرے پاس سیل فون ہی نہیں ہے تو وہ کیسے انفارم کرتی." اسنے ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے بتایا.

"اوہ آئی سی... ویسے تم کیسے رہتی ہو موبائل کے بغیر؟"زہرا کی آنکھوں میں حیرت کی واضح تحریر نظر آ رہی تھی.

"میرے پاس ٹائم ہی نہیں ہوتا کہ موبائل کی افادیت کے متعلق سوچوں."اس نے جواباً سادگی سے کہا تھا.

آہم... ایسی کونسی مصروفیات ہیں تمہاری؟"صائمہ نے بھی گفتگو میں حصہ لیا.

"میں صبح فجر کے وقت اٹھتی ہوں نماز کے بعد گھر کے کچھ کام نمٹاتی ہوں. اسکے بعد بھاگم بھاگ یونیورسٹی پہنچتی ہوں. یہاں سے فری ہو کر ٹیوشنز پڑھانے چلی جاتی ہوں. اسکے بعد گھر پہنچتے پہنچتے رات ہو جاتی ہے. پھر گھر کے بہت سے کام ہوتے ہیں فارغ ہوتے ہوتے بارہ بج ہی جاتے ہیں."اس نے تفصیل سے اپنی روٹین بتائی تھی.

"اوہ گاڈ.. کتنی ٹف روٹین ہے تمہاری."امبر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں. صائمہ اور زہرا بھی اچھنبے سے اسکی طرف دیکھ رہی تھیں

"کسی اکیڈمی میں پڑھاتی ہو کیا؟"زہرا نے پوچھا

"نہیں ہوم ٹیوشنز."اسنے جواب دیا

"اچھا.. لیکن یار جب تم خود پڑھاتی ہو تو اپنی پڑھائی میں اتنی ویک کیوں ہو؟"چند ثانیے بعد صائمہ نے سوال کیا.

"مجھے پڑھنے کا وقت ہی نہیں ملتا. رات کو فارغ ہونے تک اتنی تھک گئی ہوتی ہوں کہ ہمت ہی نہیں رہتی پڑھنے کی."

"یہ بھی ہے.. جتنی ٹف تمہاری روٹین ہے اسمیں تو ریگولر یونیورسٹی آنا ہی بہت بڑی بات ہے."زہرا نے سر ہلا کر اسکے ساتھ اتفاق کیا.

بارش کا زور اب ٹوٹ رہا تھا. فضا میں گیلی مٹی کی سوندھی سوندھی مہک رچ گئی تھی. سارا ماحول جیسے دھل دھلا کر نکھر گیا تھا.

"تمھارے فادر کیا کرتے ہیں؟"امبر نے کوک کا سپ لیتے ہوئے اس سے پوچھا.

"انکی ڈیتھ ہو چکی ہے تین ماہ قبل"اس نے بے تاثر لہجے میں جواب دیا.

"اوہ سو سیڈ.."وہ تینوں بے ساختہ یک زبان ہو کے بولیں

زرنگار نے گردن موڑ کے دیکھا بارش اب ہلکی ہلکی بوندا باندی میں بدل گئی تھی. ہواؤں میں تیزی آنے لگی تھی. وہ جانے کیلیئے اٹھ کھڑی ہوئی.

"میں چلتی ہوں. بائے"اسنے اپنا بیگ کاندھے پہ ڈالا

"اوکے بائے بائے"وہ تینوں ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھیں. وہ جانے کو پلٹ گئی "Poor girl". اسکے جانے کے بعد ہی امبر نے تجزیہ کیا تھا.

"یس.. بیچاری بہت ہی غریب ہے شاید تبھی تو اتنی محنت کرتی ہے"زہرا نے بھی اپنا اندازہ ظاہر کیا.

"ہاں فادر بھی تو نہیں ہیں بیچاری کے" صائمہ نے اظہار افسوس کیا.

" سر ارمغان کتنی انسلٹ کرتے ہیں بیچاری کی. "امبر کو اک نیا افسوس لاحق ہوا.

"ہاں یار بیچاری غریب لڑکی نجانے کس مشکل سے اپنے تعلیمی اخراجات پورے کرتی ہے. "صائمہ نے یاسیت بھرے لہجے میں کہا.

"شکل وصورت بھی کچھ خاص نہیں ہے اوپر سے اتنی غربت. تم نے سنا تھا ہوم ٹیوشنز پڑھانے جاتی ہے. آئم شیور پنڈی کے کسی ڈھوک کی تنگ سی گلیوں کے کسی چھوٹے سے گھر میں رہتی ہو گی. "امبر نے بہت ہی حقیقت پسندی سے تجزیہ کیا تھا. صائمہ اور زہرا نے بھی تائیدی انداز میں گردن ہلائی تھی. آج انکی گفتگو کا موضوع "بیچاری زرنگار احمد" تھی.

"تمہیں کیا ضرورت تھی سب کو اپنی سیڈ اسٹوری سنانے کی؟ "اگلے صبح یونیورسٹی پہنچتے ہی پہلا سامنا ایمن سے ہوا تھا. اور وہ اسے دیکھتے ہی اس پہ برس پڑی تھی.

"کیا مطلب "اسنے نا سمجھی کے عالم میں اسکی جانب دیکھا.

"تم نے کل کس کس کو بتایا تھا کہ تم بہت غریب.. بہت بیچاری ہو وغیرہ وغیرہ. "ایمن اسکا بازو دبوچے اسے خونخوار نظروں سے گھور رہی تھی.

"کل.. کل تو میری ملاقات صرف امبر لوگوں سے ہوئی تھی. "وہ جوابا بولی.

"اوہ تبھی.. امبر تو پوری بی بی سی ہے.. "ایمن نے پرخیال انداز میں کہا.

"تم کیا کہہ رہی ہو؟ "اسنے نا سمجھی کے عالم میں ایمن کیطرف دیکھا

"امبر لوگوں سے کیا بات ہوئی تھی تمہاری کل؟ "ایمن نے قدرے تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا تھا وہ جانتی تھی کی زرنگار کو پہیلیاں بوجھنا نہیں آتی.

"کچھ بھی نہیں بس اس نے مجھ سے میری روٹین کے متعلق پوچھا تھا تو میں"...

"تو تم نے اپنی ساری روٹین من وعن اسکے گوش گزار کر دی ہو گی ہے ناں "ایمن اسکی بات کاٹ کر تیز لہجے میں بولی.

"ہاں. "اسنے سادگی سے جواب دیا.

"اوہ گاڈ... "ایمن کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے.

"کیوں.. کیا ہوا؟ "وہ جھنجھلائی

"تمہیں پتہ نہیں کب عقل آئیگی زری. تمہیں آخر امبر لوگوں کو اتنی تفصیلیں بتانے کی کیا ضرورت تھا جانتی ہو آج ساری کلاس کی زبان پر بیچاری زر نگار کے دکھوں کی داستان ہے۔" ایمن نے لفظ "بیچاری" پہ زور دے کر غصیلے لہجے میں کہا تھا۔

"تو اسمیں بیچاری کی کیا بات ہے مجھے نہیں معلوم تھا کی یہ امبر لوگ اتنی عجیب ہیں" وہ ناگواری سے بولی

"ہاں تم تو ننھی بچی ہو ناں کچھ پتہ ہی نہیں ہوتا تمہیں. دیکھو زری اپنے اندر تھوڑی سی عقل پیدا کرو ہر کسی پر یوں آنکھیں بند کر کے اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔" ایمن اسے ناصحانہ انداز میں سمجھا رہی تھی.

"میری تو ہر بات کا ہی ایشو بن جاتا ہے. دل کرتا ہے زبان کاٹ پھینکوں اپنی. "وہ تلخی سے گویا ہوئی

"تم لوگوں سے دور رہا کرو بس. تمہیں بات کرنے کا بالکل سلیقہ نہیں ہے. تمہیں پتہ ہے امبر نے ہر جگہ یہ بات مشہور کرا دی ہے کہ زر نگار بہت ہی غریب غرباء سی لڑکی ہے. .صائمہ 'جنید لوگوں سے کہہ رہی تھی کہ جس کسی کو بھی اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کیلیئے ہوم ٹیوٹر کی ضرورت ہو وہ ازراہِ ہمدردی زر نگار کو ھائیر کر لے "

"تو اسمیں کیا ہے... محنت کر کے حلال رزق کمانے میں کیا برائی ہے.. "وہ چڑ کر بولی.

"تم سمجھ نہیں رہی ہو یار ڈیپارٹمنٹ میں ہر طرف یہ چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں کہ زر نگار ایک بہت ہی غریب غرباء لوکل بس سے سفر کرنیوالی پنڈی کے کسی گھٹیا سے علاقے میں رہنے والی اور لوگوں کے گھروں میں جا کر ٹیوشن پڑھانے والی بہت ہی بیچاری سی لڑکی ہے. "ایمن کو سخت غصہ آرہا تھا.

"کہنے دو.. تم کیوں پرواہ کرتی ہو. "اسنے لاپروائی سے کہا

" ارے واہ! پرواہ کیوں نہ ہو... یار یہ سب فضول باتیں ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ ایک ایک کو پکڑ کر بتاؤں کہ زر نگار احمد ایک کامیاب ترین بزنس مین کی اکلوتی بیٹی ہے اور ایف ٹین میں جس بڑے سے بنگلے میں وہ رہتی ہے اسکا ہم میں بیشتر صرف خواب ہی دیکھ سکتے ہیں اور گاڑیاں"...

"کیسا بنگلہ اور کیسی گاڑیاں. "وہ ایمن کی بات کاٹ کر تیز لہجے میں بولی. "ایمن لوگ وہی دیکھتے ہیں جو نظر آتا ہے اور بظاہر تو زر نگار کا پورا وجود ہی اسکے غریب غرباء ہونے کی گواہی دیتا ہے. اور جس عالیشان بنگلے کی بات تم کر رہی ہو ناں وہ میرے لیئے کسی بھیانک خواب سے کم نہیں ہے. اور اس عالیشان بنگلے کے پورچ میں کھڑی چار شاندار گاڑیوں کو کبھی کسی نے مجھے پک یا ڈراپ کرتے ہوئے نہیں دیکھا تو کیوں نہ لوگ مجھے ایک غریب سی بیچاری سی لڑکی سمجھیں. اور جہاں تک بات ہے نا کامیاب ترین بزنس مین کی اکلوتی بیٹی ہونے کی تو یہ بھی ایک فریب ہے اس کامیاب ترین بزنس مین کے صرف دو بیٹے ہیں اللہ نے اس کو بیٹی کبھی دی ہی نہیں تھی. زر نگار تو بس ریحان احمد اور اسماء ریحان کی بے اولادی کے دکھ کا مداوا تھی ان دونوں کے دل کو بہلانے کا سامان... "وہ تیز تیز بولتے تھک گئی تو خاموش ہو کر ہانپنے لگی.

"وہ تمہاری نجی زندگی ہے زری. لیکن یہ سب تمہاری انسلٹ ہے. "ایمن نے احتجاجاً کہا تھا.

"مجھے انسلٹ کی عادت ہے. تم بالکل فکر مند نہ ہو. کلاس شروع ہونیوالی ہے چلو. "اس نے بے تاثر لہجے میں بات مکمل کر کے قدم آگے بڑھائے تھے. ایمن ایک ٹھنڈی سانس بھر کر اسکے پیچھے چل دی.

رات کے آخری پہر اپنے کمرے کی کھڑکی کے قریب کھڑی وہ زرد رو چاند کو دیکھ رہی تھی. تھکن سے چور اسکا وجود نیند کا متقاضی تھا مگر وہ خود اذیت میں مبتلا تھی. یہ تکلیف یہ اذیت اسکے لیئے نئی نہ تھا. اسنے بہت بچپن سے یہ اذیتیں سہنا شروع کی تھیں. اسکے ڈیڈی ریحان احمد ایک کامیاب ترین بزنس مین تھے. اسماء سے انکی لو میرج تھی. اور زرنگار ان دونوں کی اکلوتی لاڈلی پرنسز تھی. زندگی بے حد خوبصورت انداز سے گزر رہی تھی. انکے ہری بھری گلشن میں خزاں تب آئی جب ایک کار حادثے میں اسماء جان سے گئیں زرنگار تب پانچ سال کی تھی. دونوں باپ بیٹی کے لیئے یہ ایک بہت بڑا صدمہ تھا. اگر زرنگار جان نچھاور کرنیوالی ماں سے محروم ہوئی تھی تو ریحان نے ہر لمحہ ساتھ نبھانے والی پرخلوص شریک حیات کو کھویا تھا. اس غم کی گھڑی میں وہ دونوں اک دوسرے کے درد آشنا بن گئے. ڈیڈی کی توجہ اور محبت کے باعث وہ جلد ہی اس شاک سے باہر آگئی تھی. ڈیڈی ہی اسکی زندگی کا محور بن گئے تھے. زندگی نارمل انداز میں چلنے لگی تھی جب اچانک سے اسکی پر سکون زندگی میں فائزہ کسی آندھی طوفان کیطرح داخل ہوئی تھیں. وہ ڈیڈی کے آفس میں زائد اسٹاف میں تھی مگر انکی زندگی میں مستقل طور پر آگئی تھیں. ڈیڈی ان سے شادی کر کے انہیں گھر لے آئے. زرنگار اس وقت سات سال کی تھی. فائزہ نے آتے ہی گھر کا تمام انتظام و انصرام سنبھال لیا تھا. وہ ڈیڈی پہ بھی جیسے قابض ہو کر رہ گئی تھیں. وہ دونوں سارا دن آفس میں گزارتے اور رات گئے تک پارٹیز یا سیر و تفریح میں مصروف رہتے. وہ اسکول سے واپس آکر خالی گھر میں ادھر سے ادھر چکراتی رہتی. ڈیڈی اپنی نئی زندگی میں اس قدر مگن ہوگئے تھے کی انھیں اپنی پرنسز اب جیسے کہیں نظر ہی نہ آتی تھی .

" ٹھیک ایک سال بعد گھر میں دو ننھے منے شہزادے آگئے. ڈیڈی نے اسے بتایا کہ وہ اسکے بھائی ہیں وہ وفورِ شوق سے ان پیارے پیارے بچوں کی جانب ہمکتی تو میڈا اسے بری طرح جھڑک دیتی فائزہ کا سختی سے حکم تھا کہ زرنگار کو بچوں کے قریب بھی نہ جانے دیا جائے. ہر گزرتے دن کیساتھ زرنگار کی حیثیت گھر میں رکھے فالتو سامان کے جیسی ہوتی گئی. یہ شاید ماں کی تربیت کا ہی اثر تھا کہ علی اور حمدان بھی اسکی محبت کا جواب محبت سے نہ دیتے تھے. وہ انکے کام کرنیکی کوشش کرتی تو اسکو بری طرح جھڑک دیتے. زرنگار کو وہ دونوں بہت پیارے اور اپنے اپنے لگتے تھے مگر انکی بے اعتنائی ہمیشہ اسکا دل توڑ دیا کرتی. وہ پڑھائی میں بھی کمزور ہوتی گئی اور جیسے تیسے گریجویشن کر کے گھر بیٹھ گئی. انہی دنوں ڈیڈی بیمار رہنے لگے تھے اور

دیکھتے ہی دیکھتے چند دنوں میں وہ بلکل بستر پہ پڑ گئے۔ فائزہ اب بزنس کے تمام کام خوش اسلوبی سے انجام دیتی تھیں۔ ڈیڈی کے بستر نشین ہونے کے باعث ان پہ بزنس کی مکمل ذمے داری آن پڑی وہ رات گئے تک اعداد و شمار میں الجھی رہتیں وہ ڈیڈی کیلئے اتنا ہی کر پاتی کہ انکی میڈیسنز اور پراپر چیک اپ کا خیال رکھتی اس سے زیادہ کا انکے پاس وقت نہ تھا۔ رہ گئے علی اور حمدان (زرنگار کے جڑواں بھائی) تو وہ دونوں اپنی دنیا میں مگن رہتے تھے۔ ایسے میں کئی سالوں بعد زرنگار کو ڈیڈی کا ساتھ میسر ہو گیا تھا۔ وہ زیادہ تر دواؤں کے زیر اثر نیم غنودگی میں رہتے مگر جب مکمل ہوش و حواس میں لوٹتے تو اسکو اپنے سامنے بٹھائے اسے تکتے رہتے باتیں کرتے رہتے۔ زری کو ڈیڈی کی گرتی ہوئی صحت پریشان کرتی مگر فائزہ سے انکی بیماری کا پوچھنے کی ہمت نہ تھی فائزہ کا سرد رویہ ہمیشہ اسے خوفزدہ کیے رکھتا تھا۔ انہی دنوں ڈیڈی نے اسے آگے تعلیم حاصل کرنے کا مشورہ دیا اور ڈرائیور کو بھیج کر یونیورسٹی سے داخلہ فارم بھی منگوا لیا۔ فائزہ نے بہت مخالفت کی مگر ڈیڈی نے انکی ایک نہ سنی۔ زرنگار ایڈمیشن ٹیسٹ اور انٹرویو دے آئی تھی مگر فائنل میرٹ لسٹ لگنے سے قبل ہی ایک رات بہت خاموشی سے ڈیڈی اس دنیا سے ناطہ توڑ گئے تھے۔ اس پر تو جیسے قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ مگر اس سے بھی بڑی قیامت ٹھیک چار دن بعد ٹوٹی تھی جب ڈیڈی کے لیگل ایڈوائزر انکی وصیت لے کر آئے تھے۔ اس وصیت کے مطابق زرنگار ریحان احمد کی سگی اولاد نہ تھی بلکہ اسکو کسی یتیم خانے سے گود لیا گیا تھا۔ لہذا انکی وراثت میں اسکا کوئی حصہ نہ تھا۔ وصیت میں صاف الفاظ میں لکھا تھا کہ زرنگار ریحان احمد کی جائیداد میں سے ایک حبہ بھی وصول کرنیکی مجاز نہیں ہے۔ اس وصیت کا ایک ایک لفظ اسنے اپنی آنکھوں سے پڑھا تھا اور کتنی ہی دیر تو اسے اپنی آنکھوں پہ یقین نہ آیا تھا۔ فائزہ بھی لاعلم تھی مگر انھوں نے اسکو نہ تو گھر سے نکالا تھا نہ ہی اسکو یونیورسٹی جانے سے روکا تھا۔ البتہ اب اسکو وہ تھوڑی سی رقم نہ ملتی تھی جو ڈیڈی اسے ماہانہ جیب خرچ کی مد میں دیا کرتے تھے۔ تعلیم اب اسکی ضرورت تھی سو میرٹ لسٹ میں نام آجانے کے بعد اسنے یونیورسٹی جوائن کر لی تھی۔ داخلے کیلئے فیس ڈیڈی اسے اپنی وفات سے قبل ہی دے چکے تھے اور بقیہ خرچوں کیلئے اسنے ایک اکیڈمی کے توسط سے دو ہوم ٹیوشنز حاصل کر لی۔ اسکی زندگی تلخ ہوتی گئی گھر میں اسکی حیثیت ملازمین جیسی ہو گئی تھی۔ وہ گھر آنیوالے کسی مہمان کے سامنے نہ آتی کسی رشتے دار کا سامنا نہ کرتی بس فائزہ کے احسان پہ انکی ممنون و لب سیئے سب زندگی گزارتی جا رہی تھی۔ یونیورسٹی میں اسکی دوستی ایمن سے ہوئی اور اسکی پچیس سالہ زندگی میں وہ اسکی واحد غمگسار سہیلی تھی۔ وہ اسے بہت سمجھاتی کہ اس وصیت کے متعلق کچھ تحقیق کرے مگر زرنگار اپنا اعتماد کھو چکی تھی۔ وہ محبت کی سچائی کی قائل نہ تھی اسنے اپنی قسمت کی تاریکی سے سمجھوتہ کر لیا تھا۔ وہ مایوس تھی وہ ہجوم میں بھی تنہا تھی اور اس تنہائی میں زرد اور خاموش چاند ہمیشہ اسکا ہمراز ہوتا تھا۔

ہم بصدِ ناز دل و جاں میں بسائے بھی گئے
پھر گنوائے بھی گئے اور بھلائے بھی گئے

ہم سے روٹھا بھی گیا اور منایا بھی گیا
پھر سبھی نقش تعلق کے مٹائے بھی گئے

"زری سراز مغان تمہیں اپنے کیبن میں بلا رہے ہیں" وہ فری کلاس کو غنیمت جان کر لائبریری میں بیٹھی نوٹس بنا رہی تھی جبھی ایمن نے آکر اسے یہ جان لیوا اطلاع دی.

"ہیں کیوں یار اب میں نے کیا کیا ہے؟" اسنے قلم روک کر بے حد بیچارگی سے پوچھا.

"یہ تو تمہی کو پتہ ہو گا کہ تم نے کیا کیا ہے ویسے میرا خیال ہے کہ تمہاری سیڈ اسٹوری ان تک بھی پہنچ چکی ہے شاید اظہار ہمدردی کیلیئے بلا رہے ہوں. ویسے تم جلدی چلی جاؤ ورنہ وقت کی پابندی پہ بھی لیکچر سننا پڑیگا." ایمن نے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا تو وہ لرزتے دل کے ساتھ اٹھ گئی.

سر ارمغان کے کیبن کا دروازہ بند تھا. اسنے ہلکی سی دستک دی اور اندر سے اجازت پا کر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی. وہ موبائل کان سے لگائے کسی سے محو گفتگو تھے وہ چپ چاپ سر جھکا کر کھڑی ہو گئی. وہ کال ختم کر کے اسکی طرف متوجہ ہوئے.

"آپ نے بلایا تھا سر"

جی.. یہ لیجیئے" انھوں نے ایک موٹی سی فائل اسکی طرف کھسکائی.

"یہ کیا ہے سر." وہ ہچکچائی

"یہ کچھ نوٹس ہیں ان سے آپکو اپنی پڑھائی میں کافی مدد ملے گی

"نرم لہجہ چہرے پہ طنز کی بجائے نرمی کے تاثرات.. وہ جی بھر کر حیران ہوئی." یہ سر کو کیا ہوا" وہ دل ہی دل میں بولی.

"تھینک یو سر" اسنے تھوک نگلتے ہوئے جواب دیا.

"اسکی ضرورت نہیں آپ میری اسٹوڈنٹ ہیں اور پڑھائی میں آپکی مدد کرنا میرا فرض ہے." وہ آج اسے حیران کر رہے تھے شاید ایمن کا اندازہ ہی ٹھیک تھا. شاید یہ عنایت انکا اظہار ہمدردی ہی تھا.

اسنے بمشکل اپنا جھکا ہوا سر اٹھایا ریم لیس گلاسز کے پیچھے سے جھانکتی انکی سنجیدہ سی آنکھیں آج نرمی کا تاثر لیئے ہوئے تھیں.

"سر یہ واپس کب کرنے ہیں"?

"واپس کرنے کی ضرورت نہیں. کیونکہ میرے لیئے یہ قطعی بیکار ہیں".

اسنے لرزتے ہاتھوں سے فائل اٹھالی.

"یو مے گو ناؤ" وہ دوبارہ سے اپنے موبائل میں مگن ہوگئے تو وہ حیرت زدہ سی انکے کیبن سے باہر آگئی. سر ارمغان کی اس سے نرم لہجے میں کی گئی یہ پہلی گفتگو تھی.

"ممی کہہ رہی تھیں کہ فرسٹ سمسٹر کی بعد وہ میری شادی کردینگی." وہ دونوں اپنے ڈیپارٹمنٹ کے دور افتادہ گوشے میں بیٹھی ہوئی تھیں جب اسنے اپنا تازہ ترین مسئلہ ایمن کے سامنے پیش کیا.

"واہ زبردست مبارک ہو." ایمن نے خوشی کا اظہار کیا

"کس بات کی مبارک کیا یہ کوئی خوشی کی بات ہے" اسے ایمن کی مسرت ایک آنکھ نہ بھائی

"سو فیصدی خوشی کی بات ہے جان چھوٹے گی تمہاری اس قید خانے سے".

"مجھے شادی نہیں کرنی."

"کیوں"

"مجھے ڈر لگتا ہے. شادی کے بعد بھی میرے ساتھ ایسا ہی ہوگا جیسا اب تک ہوتا آیا ہے".

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو زری. تم دیکھنا شادی کے بعد تمہاری لائف بدل جائے گی. کوئی تمہارا خیال رکھنے والا تمہیں چاہنے والا ہوگا. تمہاری سب محرومیاں دور ہو جائینگی".

"ہونہہ چاہنے والا.. ایمن ذرا مجھے غور سے دیکھو کیا میں اس قابل ہوں کہ کوئی مجھے چاہے میں لائق محبت نہیں ہیں کسی ناول کی مظلوم ہیروئن کیطرح کا ماورائی حسن میرے پاس نہیں ہے جس پہ شہزادوں کی سی آن بان والا کوئی ہیرو مر مٹے. یہ اصل زندگی ہے اور میں اس دنیا میں بسنے والی ایک انتہائی معمولی لڑکی." وہ حقیقت پسندی کی انتہا پر تھی

"محبت صورت کی محتاج نہیں ہوتی اور پھر تم میں کیا کمی ہے م زندگی بھر تکلیفیں اٹھا اٹھا کر تو قلوپطرہ کا رنگ روپ بھی تباہ ہو جائے." ایمن ہر بات کا مثبت پہلو دیکھتی تھی

"محبت ایک فیک جزبہ ہے. اگر محبت ایسا ہی با اثر جزبہ ہوتا تو کم سے کم علی اور حمدان تو مجھ سے محبت کرتے." اسکی زندگی میں تو کچھ بھی مثبت نہ تھا پھر وہ کیسے نہ مایوس ہوتی.

"اچھا گولی مارو محبت کو مگر تم شادی کر لو. ایٹ لیسٹ تمہاری جان تو چھوٹے گی ان دو عدد نام نہاد بھائیوں سے جنھیں حکم چلانے کے سوا کچھ نہیں آتا اور سنڈریلا کی سوتیلی ماں جیسی ممی سے"

وہ میرے بھائی نہیں.. وہاں کچھ بھی میرا نہیں"..

"تبھی تو کہہ رہی ہوں. یہ تو تمہاری گڈ لک ہے کہ بغیر کسی رشتے کے بھی آنٹی تمھیں عزت سے رخصت کرنا چاہتی ہیں. تم ریحان احمد کی بیٹی کی حیثیت سے ہی اس گھر سے رخصت ہو گی. لہٰذا بس اللہ پہ بھروسہ رکھو." ایمن کی بات اسکے دل کو لگی تھی سو وہ مطمئن ہو گئی.

سر ارمغان کی دیے ہوئے نوٹس سے اسکو بہت مدد ملی تھی. سمسٹر اختتام کی جانب رواں دواں تھا لہٰذا وہ سنجیدگی سے ان نوٹس کے رٹے مارنے میں مصروف ہو گئی تھی. اور پھر جب ایگزامز شروع ہوئے تو اسکے رٹے کام آ گئے. اسے پیپرز کافی اچھے ہو گئے تھے.

آخری پیپر کے بعد وہ سر ارمغان کو انکے نوٹس لوٹانے انکے کیبن کی طرف آ گئی. اسکی شادی کی ڈیٹ فکس ہو چکی تھی اور ٹھیک ایک ماہ بعد نہایت دھوم دھام کے ساتھ اسے ریحان احمد کے گھر سے رخصت ہو جانا تھا. اسکا رشتہ فائزہ نے طے کیا تھا. لڑکے کی تصویر اسے دکھا کر اسکی رضامندی بھی معلوم کی تھی. ایمن نے اسے بہت کہا تھا کہ وہ لڑکے سے فیس ٹو فیس ملنے کی شرط رکھے مگر وہ مطمئن تھی. اسکے لیے اتنا ہی بہت تھا کہ فائزہ اسے عزت سے رخصت کر رہی تھیں.

سر اسے کوریڈور میں ہی مل گئے تھے. وہ انکے سامنے رکی.

"اسلام علیکم سر".

"وعلیکم مس زرنگار احمد. بہت بہت مبارک ہو آپکو" انھوں نے چمکتی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ کہا.

فائزہ نے اسے اپنے تمام دوستوں کلاس فیلوز اور اساتذہ کو شادی میں بلانے کی اجازت دی تھی اور وہ بہت سے لوگوں کو انوائیٹ کر چکی تھی اور بہت سی مبارکبادیاں بھی وصول کر چکی تھی. اب سر ارمغان کی مبارک دینے پہ اسے یاد آیا کہ وہ صرف انھیں ہی مدعو کرنا بھول گئی تھی

"شکریہ سر." اسنے فوراً اپنے بیگ میں سے اپنی شادی کا کارڈ نکال کر انکی جانب بڑھایا. "آپ ضرور آیئے گا سر" وہ بہت ہمت کر کے بول رہی تھی کہ سر ارمغان کے آگے تو اچھے اچھوں کی بولتی بند ہو جاتی تھی.

"شیور میری نیک تمنائیں آپکے ساتھ ہیں." انھوں نے کارڈ تھام کر پر خلوص لہجے میں کہا.

"شکریہ سر اور یہ آپکے نوٹس." اسنے نوٹس کی فائل انکی جانب بڑھائی

"لیکن میں نے یہ نوٹس واپس لینے کے لئے نہیں دیئے تھے۔" انھوں نے فائل لینے کے لیئے ھاتھ آگے نہ بڑھایا۔

"آپکا بہت شکریہ سر پر اب مجھے انکی ضرورت نہیں شاید میں شادی کے بعد یونی ہی نہ آوں۔" اس نے پہلی بار ان سے اتنی تفصیل سے بات کی تھی وہ بھی بنا ہکلائے۔

"جیسی آپکی مرضی۔" انھوں نے فائل اسکے ھاتھ سے لے لی۔

"اللہ حافظ سر" اسے دیر ہو رہی تھی۔

"بائے مس زر نگار احمد۔" سر نے جواباً مسکرا کر کہا تھا۔ وہ تیز قدموں کے ساتھ آگے بڑھ گئی

کوئی سورج جاگے میری دھرتی پر

کچھ ایسا ہو یہ رات ڈھلے

کوئی ھاتھ میں تھامے ھاتھ میرا

کوئی لے کر مجھکو ساتھ چلے

ریحان ولا کی سج دھج آج نرالی تھی پورے بنگلے کو برقی قمقموں سے سجایا گیا تھا۔ آج زر نگار احمد کی شادی کا دن تھا۔ فائزہ ریحان کو آج کی تقریب کیلیئے ہر انتظام پرفیکٹ چاہیئے تھا۔ وہ ایسی اعلیٰ ظرف تھیں کہ انھوں نے خاندان اور قرابت داروں میں سے کسی تک یہ بات نہ پہنچنے دی تھی کہ زر نگار ریحان احمد کی سگی اولاد نہیں ہے۔ انھوں نے دنیا کے آگے اسکے بھرم کو قائم رہنے دیا تھا۔

اس تقریب میں شہر بھر کے شرفاء مدعو تھے۔ گھر کے بڑے سے لان میں تمام تر انتظامات کیئے گئے تھے۔ ریحان کے بعد بھی وہ جس کامیابی کے ساتھ بزنس کو چلا رہی تھیں اسکے باعث انکو شہر کے کاروباری حلقوں میں رشک بھری نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ اور انکی اعلیٰ ظرفی کے تو سب معترف تھے کہ وہ کس دھوم دھام کے ساتھ اپنی سوتیلی بیٹی کو رخصت کر رہی تھیں۔

وہ شہر کی سب سے بڑی ڈیزائنر کی ڈیزائن کردہ ساڑھی زیب تن کیئے بہترین میک اپ اور جیولری کے ساتھ گردن اکڑائے تمام انتظامات کا جائزہ لیتیں اور مہمانوں سے مبارکبادیاں وصول کرتیں گھر کے رہائشی حصے کی جانب بڑھ گئیں جہاں دلہن بنی زر نگار اپنی سہیلیوں کے جھرمٹ میں بیٹھی تھی۔ مشہور بیوٹیشن کے ماہر ہاتھوں نے اسکے سادہ سے چہرے کو سنوار کے رکھ دیا تھا اور وہ روایتی سرخ عروسی لباس میں نظر لگ جانے کی حد

تک پیاری لگ رہی تھی. فائزہ نے اسکی سہیلیوں کا حال چال پوچھا اور اخلاق کے مزید تقاضے پورے کرنے کو ذرا دیر وہیں بیٹھ گیئیں.

____

"تمہاری ممی بہت سویٹ ہیں نگار لگتا ہی نہیں کہ تمہاری اسٹیپ مدر ہیں. " فائزہ کے کمرے سے نکلتے ہی عظمیٰ توصیفی لہجے میں بولی تھی باقی سب کے چہروں پہ بھی فائزہ کیلیئے پسندیدگی تھی. وہ محض مسکرا دی کہنے کو کچھ نہ تھا.

" اور تم کتنی گھنی میسنی ہو کبھی ہوا تک نہ لگنے دی کہ اتنی امیر ہو"

"یہ تمہارا گھر تو کسی محل سے کم نہیں"

"یو آر ویری لکی نگار".

ہر کوئی اپنا اپنا تجزیہ بیان کر رہی تھی. وہ سر جھکائے سنتی رہی. کچھ دیر بعد وہ سب اٹھ کر اس محل کی رونقیں دیکھنے چلے گئیں. کمرے میں وہ اور ایمن رہ گیئے.

"تم خوش ہو زری" ایمن نے اس سے پوچھا.

"میں مطمئن ہوں. " اسکے چہرے پہ آسودگی تھی. آنکھوں میں آنے والی زندگی کے لئے خوش رنگ سپنوں کا عکس جھلملا رہا تھا. ایمن کو یک گونہ اطمینان محسوس ہوا.

"تم بہت پیاری لگ رہی ہو زری میں تو نظر بھر کر نہیں دیکھ رہی کہ کہیں میری نظر نہ لگ جائے تمہیں. "ایمن نے اسے محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا. وہ مسکرا اٹھی.

"مجھے بھی یونہی لگ رہا ہے آج جیسے میں بہت خوبصورت ہوں.. بلکل سنڈریلا کیطرح"..

"اور سنڈریلا کیطرح ہی تمہیں آج ایک شہزادہ اپنے سنگ لے جائے گا" ایمن نے مسکراتے ہوئے کہا تھا. زرنگار کی آنکھوں میں امید کے دیئے جل اٹھے.

____

اور وہ بیٹھے میرے پہلو میں

اور میرے ھاتھ پر ھاتھ دھرے

آنسو پونچھ کر میری آنکھوں سے

رکے رکے لہجے میں کہے

"ہمیں یہ شادی نہیں کرنی"۔

"ہمیں یہ شادی نہیں کرنی"۔

عین نکاح کے وقت لڑکے کے باپ کے منہ سے نکلنے والے یہ الفاظ زر نگار کی سماعتوں پہ ایٹم بم کیطرح گرے تھے۔ اسنے ایک جھٹکے سے اپنا جھکا ہوا سر اٹھایا۔ مجمع کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ تمام نفوس کے چہروں پہ حیرت رقم تھی۔

"مگر کیوں طارق صاحب؟" سب سے پہلے فائزہ شاک سے باہر آئی تھی۔

"کیونکہ ہمارے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔" طارق صاحب شدید غصے میں نظر آرہے تھے۔

"کیسا دھوکہ یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔" فائزہ کے لہجے میں حیرت کا عنصر نمایاں تھا۔

"مسز ریحان! آپ نے ہم سے کہا تھا کہ زر نگار ریحان احمد مرحوم اور انکی پہلی بیوی کی بیٹی ہے مگر ہمیں یہاں آکر معلوم ہوا ہے کہ اس لڑکی کو ریحان صاحب نے ایڈاپٹ کیا تھا۔ بتائیے کیا یہ سچ ہے؟" طارق صاحب ماتھے پہ بل ڈال کر فائزہ سے پوچھ رہے تھے۔

"جج... جی.. یہ سچ ہے.. لیکن۔" فائزہ ہکلائی۔

"بس محترمہ بس۔ آپ نے ہم سے اتنا بڑا جھوٹ بولا..." طارق صاحب فائزہ کی بات کاٹ کر غرائے۔

"دیکھیے میری بات سنیئے.. اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ زر نگار کو ہم نے اپنی بیٹی کی طرح پالا ہے۔ زر نگار بہت اچھی لڑکی ہے۔" فائزہ کی زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ مجمع میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئی تھیں۔

"ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ زر نگار کیسی لڑکی ہے۔ ہم نے تو ریحان صاحب کا اعلٰی خاندان دیکھ کر رشتہ جوڑنا چاہا تھا۔ مگر ایک بے نام و نشان لڑکی کو اپنی بہو بنانے کا ہمیں کوئی شوق نہیں ہے۔" طارق صاحب کا لہجہ اٹل تھا۔ "آپ اپنی بلا ہمارے سر ڈالنا چاہتی تھیں اور اس قدر چالاک ہیں آپ کہ اپنے خاندان کو بھی بھنک نہ پڑنے دی کسی سچائی کی۔ یہ تو بھلا ہو وکیل صاحب کا جنھوں ہمیں اتنے بڑے دھوکے سے بچا لیا"۔

زر نگار نے دیکھا۔ ڈیڈی کے لیگل ایڈوائزر زاہد شکیل ایک جانب کھڑے تھے۔ انکے چہرے پہ سفاکیت تھی۔

"زاھد صاحب.. میرے خدا... آپ نے.." فائزہ ششدر سی رہ گئی تھیں۔ زاھد صاحب چند قدم طے کر کے اسٹیج کے قریب آگئے۔

"جی ہاں میں نے۔۔" انکے لہجے میں بلا کا سکون تھا۔

"کیوں۔ آخر کو نسا بدلہ نکالا ہے آپ نے ہم سے۔۔" فائزہ کی آواز صدمے سے پھٹ گئی تھی۔

"میں نے کوئی بدلہ نہیں نکالا مسز ریحان۔ اس لڑکی کو ریحان صاحب مرحوم نے خود ڈس اون کیا تھا تو یہ کس حیثیت سے اس گھر میں رہ رہی ہے؟" زاھد صاحب اپنے مخصوص جرح کرنے کے سے انداز میں پوچھا تھا۔

"میں اس بچی کو بے سہارا کیسے چھوڑ دیتی۔ آخر کو انسانیت کے بھی کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔" فائزہ کے لہجے میں ملامت تھی۔

"قانون کو ان سب باتوں سے کوئی سروکار نہیں مسز ریحان۔ آپ نے ایک شریف انسان کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تو ایک معزز شہری ہونے کے ناطے صرف اپنا فرض پورا کیا ہے۔" زاھد کے لہجے میں بہت ٹھنڈک تھی۔

زرنگار نے شل ہوتے ہوئے دماغ کے ساتھ حاضرین پہ نظر ڈالی۔ ہر کوئی خاموش کھڑا تھا۔

"آپ نے بہت برا کیا ہے زاھد صاحب۔" فائزہ دکھ سے چلائی تھیں۔

"وکیل صاحب نے ہمارے ساتھ نیکی کی ہے۔ اب آپ زیادہ واویلا مت کریں۔" طارق صاحب درشت لہجے میں بولے

"میری بات سنیں طارق صاحب۔ ہم اس ایشو کو مل بیٹھ کر حل کر لیں گے۔ کچھ تو میری عزت کا لحاظ کریں۔ زرنگار بہت اچھی بچی ہے۔ یوں اسکے ماتھے پر تمام عمر کیلیئے داغ مت لگائیں۔" فائزہ منت کرنے کے سے انداز میں بول رہی تھیں۔ انکی خوبصورت آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے تھے۔ زرنگار سنگی مجسمے کیطرح ساکت بیٹھی اپنے زندگی کو تماشا بنتے دیکھ رہی تھی۔

"آپ نے ہم سے غلط بیانی کی۔ اتنی بڑی بات ہم سے چھپائی اور بھی نجانے کیا کیا چھپایا ہو گا۔ لہذا مل بیٹھ کر بات کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم آپکی عزت کا خیال نہیں کرینگے کیونکہ جو دوسروں کو دھوکہ دیتے ہیں وہ یہی ڈیزرو کرتے ہیں۔ اٹھو بیٹا ہمیں یہاں رشتہ نہیں کرنا۔" طارق صاحب نے قطعیت سے کہتے ہوئے اپنے بیٹے کے کاندھے پہ ہاتھ رکھا جو اس سارے تماشے میں کسی غیر متعلق انسان کیطرح بیٹھا رہا تھا اور اب بھی اپنے باپ کے اشارے پر کسی روبوٹ کیطرح اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اور اسکے اٹھتے ہی تمام باراتی بھی جانے کو تیار نظر آنے لگے۔

"مجھے انسلٹ کی عادت ہے۔" اسے یاد آیا اس نے چند دن قبل ایمن سے کہا تھا۔ اسے انسلٹ کی عادت تھی مگر۔۔۔۔۔

وہ فائزہ کو روتے ہوئے ان لوگوں کی منتیں کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اسکی سماعتیں ان لوگوں کا مسلسل انکار بھی سن رہی تھیں۔ اور اس تقریب میں شریک شہر بھر کے شرفاء میں سے کوئی ایک بھی اٹھ کر معاملہ سلجھانے کو آگے نہ بڑھے تھا۔ وہ سب تماشائی تھے۔ زرنگار احمد کی زندگی جیسے کوئی دلچسپ تماشا تھی۔

ایمن اسکے شانوں پہ ہاتھ رکھے جیسے اسے سہارا دینے کی اپنی سی کوشش کر رہی تھی۔ اسکے اعصاب جواب دینے لگے تو اسنے زور سے آنکھیں بند کرلیں اس امید پر کہ شاید آنکھیں کھولنے پر منظر بدل جائے۔

"آپ لوگ بلاوجہ بات بڑھا رہے ہیں۔" ایک مضبوط مردانہ آواز پہ اسنے بے اختیار آنکھیں کھولیں۔

منظر وہی تھا۔ مگر اب وہ سر ارمغان تھے جو بے حس لوگوں کے اس ہجوم سے نکل کر ظالموں کے سامنے آکھڑے ہوئے تھے۔

"آپ کون ہوتے ہیں مداخلت کرنے والے۔" طارق صاحب بگڑ کر بولے۔

"میں ایک معلم ہوں اور معاشرے کی غلطیوں کی اصلاح کرنا میرا فرض ہے۔" وہ اپنے مخصوص پروقار انداز میں بول رہے تھے۔

"تو کیجیے معاشرے کی اصلاح مگر ہمارے معاملات میں مداخلت مت کریں" طارق صاحب کا لہجہ اچھا نہیں تھا۔

"مجھے مداخلت کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ آپ لوگ بلاوجہ ایشو بنا رہے ہیں۔" ارمغان کے لہجے میں سختی در آئی۔

"واہ چہ خوب۔۔ یعنی آپکے نزدیک کسی کو دھوکا دینا کوئی ایشو ہی نہیں۔" طارق صاحب ہاتھ نچا کر بولے۔

"آپ کس دھوکے کی بات کر رہے ہیں محترم۔ ہمارے معاشرے میں سینکڑوں بے اولاد جوڑے اولاد کی کمی پوری کرنیکی خاطر بچے گود لیتے ہیں۔ مسز ریحان کی بس اتنی سی غلطی ہے کہ انھوں نے آپ سے یہ بات چھپائی۔ لیکن یہ کوئی اتنی بھی بڑی بات نہیں کہ جس کی پاداش میں آپ ایک نیک اور پارسا لڑکی کی زندگی برباد کردیں۔" اسکا مقدمہ اب سر ارمغان لڑ رہے تھے۔ اور وہ حیرتوں کی زد میں تھی۔ پہلے فائزہ اور اب سر ارمغان۔۔

"کیا اتنے مخلص ہیں دونوں۔۔ سچ کہتی ہے ایمن مجھے واقعی انسانوں کی پہچان نہیں۔" اس نے اپنے دل میں اعتراف کیا۔

"ہمارے لیئے یہ بہت بڑی بات ہے آپ کیلیئے نہیں ہوگی۔ اور آپکی تقریر کا ہم پہ کوئی اثر نہیں ہوگا۔ اسلیئے آپ اپنا اور ہمارا وقت ضائع مت کریں۔" طارق کا لہجہ سنگلاخ تھا۔

"آپ لوگ ایک بیکار سی بات کو لے کر ایک معصوم لڑکی کی زندگی برباد نہیں کرسکتے۔" ارمغان اب کی بار غصے میں آکر قدرے اونچی آواز میں بولے تھے۔

"ہمارا جو دل چاہے گا ہم کرینگے اور تمہیں جو اتنی ہمدردی ہو رہی ہے اس معصوم لڑکی سے تو تم خود کرلو اس سے شادی اور بچا لو اسکے زندگی برباد ہونے سے۔" طارق صاحب نے ارمغان کے الفاظ اسی کو لوٹا دیئے تھے۔

زرنگار نے زندگی میں کبھی اتنی ذلت محسوس نہیں کی تھی جتنی ان چند الفاظ سے ہوئی تھی۔ اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا۔ مجمع پہ سکوت طاری ہوگیا تھا۔

اور

اس گہری خاموشی میں یکلخت ایک ٹھری ہوئی پر سکون آواز گونجی..

"مسزریحان! میں ابھی اور اسی وقت زر نگار احمد سے شادی کرنا چاہتا ہوں".

بن دیکھے بھی وہ جانتی تھی کہ یہ وہی آواز تھی جو کچھ لمحے قبل اسکا مقدمہ لڑ رہی تھی.

خواب اور حقیقت میں فرق صرف اتنا ہے

خواب ٹوٹ جاتے ہیں

حقیقت توڑ دیتی ہے...

ارمغان صدیقی کے گھر میں انکے بیڈروم میں بیٹھے ہوئے اسے زندگی کسی بھیانک خواب جیسی معلوم ہو رہی تھی. ایمن کچھ دیر قبل ہی اسے ڈھیر ساری تسلیاں اور دلاسے دے کر اپنے گھر جاچکی تھی. رات کے بارہ بجے کا عمل تھا. ہر سو گہری خاماشی تھی. اور اس خاموشی میں گھڑی کی مسلسل ٹک ٹک اسکے سر پہ کسی ہتھوڑے کی مانند برس رہی تھی. صبح جب وہ سو کر اٹھی تھی تب اسکے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کی آج کے دن کے اختتام پر وہ مسز ارمغان صدیقی بن چکی ہو گی.

اسکا دماغ ماؤف ہو رہا تھا. آنسو خشک ہو چکے تھے. وہ تن بہ تقدیر ہو کر بیٹھی تھی قسمت کی اس ستم ظریفی پہ وہ بہت آنسو بہا چکی تھی. اب تو جیسے اشکوں نے بھی بہنے سے انکار کر دیا تھا. اس نے اپنا سر گھٹنوں پہ رکھ دیا.

"میں نے کبھی نہیں سوچا تھا. کہ میری زندگی میں شادی یوں آناً فاناً داخل ہو گی." وہ اسکے سامنے بیٹھے نرم لہجے میں اس سے مخاطب تھے. "جو کچھ بھی گزرے چند گھنٹوں میں ہوا وہ آپ کیلیئے واقعی ایک بہت بڑا شاک ہو گا اور جس طرح کی وہ سچویشن تھی قدرتی طور پر میرے ذہن میں بھی اسکے حوالے سے کافی سوالات نے جنم لیا ہے لیکن میں اپنے سوالات سے آپکو مزید ڈسٹرب نہیں کرونگا. آپ اب میری بیوی ہیں اور میری پوری کوشش رہے گی کہ میری ذات سے آپکو کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچے." وہ رسمی جملے بول رہے تھے اور وہ صرف سن رہی تھی کچھ بھی سمجھنے کی اسٹیج سے اسکا ذہن ابھی بہت دور تھا.

"مجھے احساس ہے کہ آپ اس وقت کس قدر ذہنی دباؤ کا شکار ہیں مگر میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اب ہر قسم کی الجھن کو بالائے طاق رکھ کر صرف اور

صرف اس رشتے جو نبھانے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیئے"۔
زرنگار نے پلکیں اٹھا کر انکی طرف دیکھا۔ڈارک براؤن سنجیدہ سی آنکھیں گلاسز کے پیچھے سے اس پہ جمی ہوئی تھیں۔
"کیا آپکو میری پہچان سے کوئی غرض نہیں؟"پچھلے کئی گھنٹوں سے آنسو بہا بہا کر اب اسکا گلا بیٹھ چکا تھا۔
"آئی تھنک تم فریش ہو جاؤ" وہ اسکا سوال ٹال کر اس کے سامنے سے اٹھ گئے تھے۔وہ گم صم سی انکی طرف دیکھتی رہی۔وہ بیڈ سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھا کر کمرے سے نکل گئے۔وہ ایک گہری سانس بھر کر اپنا بھاری غرارہ سنبھالتی ہوئی بیڈ سے اتر گئی۔

اس درد کی تحویل میں رہتے ہوئے ہم کو
چپ چاپ بکھرنا ہے تماشا نہیں کرنا

"تو ثابت ہوا زرنگار احمد کہ تمھاری قسمت میں محبت نہیں ہے۔"نیلے افق پہ دور دور اڑتے ہوئے پرندوں کی قطاروں کو تکتے ہوئے اسکا ذہن اس ایک نقطے پہ آکر ٹھہر گیا تھا۔صبح صادق کا وقت تھا اور وہ ارمغان صدیقی کے عالیشان گھر کے بڑے سے لان میں رکھی ہوئی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھی ہوئی تھی۔ارمغان نے اس کو اپنی زندگی میں تو شامل کر لیا تھا مگر اس کے ماضی کی طرف سے انکی بے توجہی نے اسکو احساس دلوا دیا تھا کہ یہ رشتہ صرف حقوق و فرائض کی ادائیگی تک محدود رہے گا اور بس....
زرنگار کا دل کرلا رہا تھا"کیا صرف خلوص اور حقوق و فرائض کی ادائیگی ہی بہت کافی ہیں۔اور محبت۔۔کیا محبت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔کیا محبت میرے لیئے بنی ہی نہیں۔"وہ ارمغان سے پوچھنا چاہتی تھی مگر کچھ نا بول سکی۔ارمغان کا یہی احسان ہی بہت تھا کہ انھوں نے اسے تمام عمر کی ذلت سے بچا کر اپنا نام دیا تھا۔وہ ان سے کوئی ڈیمانڈ کرنے کی خود کو اہل نہ سمجھتی تھی۔اسکے دل میں گہرا سناٹا اتر آیا تھا۔
وہ اٹھ کر ننگے پاؤں اوس سے بھیگی گھاس پر ٹہلنے لگی۔"ایک اور کمپرومائز سے بھری زندگی۔ایک اور امتحان..."اسکے دل نے دہائی دی۔"اور میں نجانے کیوں خواب دیکھنے لگی تھی...شاید میں بھول گئی تھی کہ جن کی قسمت ہی خراب ہو انکی زندگی میں رونما ہونیوالی سب سے بڑی تبدیلی کا نام موت ہوتا ہے۔"مشرقی افق سے سورج ابھر رہا تھا۔وہ ٹہلتے ٹہلتے رک گئی۔اس کی نظریں آگ کے اس دہکتے گولے پہ تھیں جو مشرقی افق سے جھانک رہا تھا۔"مجھے ایسی ہی زندگی گزارنی ہے زرنگار احمد کو خواب دیکھنے کا کوئی حق نہیں۔"اسکے اندر کی تلخی بڑھ رہی تھی۔اس نے سر جھٹک کر رہائشی عمارت کی جانب قدم بڑھا دیئے۔

اگلے روز ولیمے کا فنکشن تھا. ارمغان کے اس عالیشان بنگلے کے وسیع و عریض لان میں اس تقریب کا انتظام کیا گیا تھا. ارمغان نے اسے اپنے حلقہ احباب میں متعارف کروایا تو اسے زندگی میں پہلی بار اپنا آپ بے حد قابل احترام لگا تھا. ارمغان کے سب احباب اس سے بہت عزت سے ملے تھے. اس شب وہ وہاں موجود سب لوگوں کی نگاھوں کا مرکز تھی ہر کوئی اسکی قسمت پہ رشک کر رہا تھا. کہ اسکو مسز ارمغان صدیقی بننے کا شرف حاصل ہوا تھا. وہ غیر شعوری طور پر فائزہ کی آمد کی منتظر تھی مگر انکو نہ آنا تھا نہ ہی وہ آئیں. فنکشن اپنے اختتام کی طرف رواں دواں تھا تب زرنگار نے مایوس ہو کر فائزہ کے آنے کی امید ترک کر دی. وہ جان گئی تھی کہ اب ریحان ولا کے دروازے اس کے لیئے بند ہو گئے ہیں. اب اسکی واحد پہچان ارمغان تھے. اور ارمغان... اس نے اپنے برابر بیٹھے ہوئے شاندار سے انسان کی جانب نگاہ دوڑائی. وہ مسکرا کر سامنے دیکھ رہے تھے مووی کیمرے کی تیز لائٹ میں انکی بھوری آنکھوں کی چمک کچھ اور بڑھ گئی تھی.

"میم پلیز سامنے دیکھیں. "مووی میکر کی ھدایت پہ اس نے نظروں کا زاویہ بدل لیا. ایمن اسکے برابر بیٹھی اس سے کچھ کہہ رہی تھی. مگر وہ سن کہاں رہی تھی. اس کے دھیان کا مرکز وہ شخص تھا جو اسکا سب کچھ تھا... لیکن کتنا اجنبی تھا. کیا وہ کبھی اسکے درد آشنا بن سکیں گے. اسکے دل نے سوال کیا تھا.

کہنا عجیب سا ہے لیکن یہ بات سچ ہے
ہم رایگاں نہیں ہے لگتے ہیں رایگاں سے...

رات کے آخری پہر وہ قد آدم آئینے کے سامنے کھڑی تھی. سر سے پاؤں تک اسکی سج دھج آج نرالی تھی. لباس سے لیکر میک اپ جیولری تک سب کچھ پرفیکٹ تھا اور آئینے نے بار بار گواھی دی تھی کہ وہ حسین نظر آ رہی ہے. پورے فنکشن میں بھی سب کی توصیفی نظریں اس پہ تھیں. کتنے ہی لوگوں نے اسکو تعریفی کلمات سے نوازا تھا. مگر ارمغان نے تو شاید ایکبار بھی نظر بھر کر اسکی جانب نہیں دیکھا تھا. وہ بے دلی سے جیولری اتارنے لگی. دفعتاً وہ کمرے میں داخل ہوئے تھے. اس نے آئینے میں نظر آتے ہوئے انکے عکس پہ نظریں جما دیں. وہ تھکے تھکے انداز میں بیڈ پہ بیٹھ کر جوتے اتارنے لگے. وہ انھیں دیکھتی رہی. وہ جوتے اتار کر اٹھ کھڑے ہوئے اور سلیپر پہن کر اس کی طرف بڑھے. چوڑیاں اتارتے ہوئے اسکے ھاتھ ایک لمحے کو تھم سے گئے. وہ اپنی گھڑی ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھ کر باتھ روم کی طرف بڑھ گئے. آئینے میں نظر آتا زرنگار کا عکس پھر سے تنہا رہ گیا تھا.

ارمغان کی صرف ایک ہی بڑی بہن تھیں. وہ اپنی فیملی کیساتھ مستقل طور پر انگلینڈ میں مقیم تھیں. ارمغان نے انکو اپنی شادی کے متعلق آگاہ کیا تو وہ آنافانا پاکستان چلی آئیں. وہ زرنگار سے بہت محبت سے ملی تھیں. ان سے مل کر زرنگار کو احساس ہوا تھا کہ اس ان چاہے رشتے کی سب سے زیادہ خوشی شاید انہی کو ہوئی تھی. وہ دوماہ کیلیئے آئیں تھیں. اور آتے ہی انھوں نے اتنی عجلت کی شادی پر ارمغان کے خوب لتے لیے تھے اور ارمغان جوابا بس مسکراتے ہی رہے تھے .

رات کے کھانے کے بعد وہ آپا کے ساتھ گیسٹ روم میں چلی آئی. آپا بہت باتیں کرتی تھیں اسے انکی کمپنی میں مزا آرہا تھا. وہ اسے رات دیر تک اپنے اور ارمغان کے بچپن کے قصے سناتی رہیں پھر انہیں نیند آنے لگی تو وہ اپنے کمرے میں آگئی. ارمغان کاوچ پہ نیم دراز تھے. لیپ ٹاپ انکی گود میں تھا. اسکی آمد پہ انھوں نے ایک سرسری سی نگاہ اس پہ ڈالی اور پھر سے لیپ ٹاپ کیطرف متوجہ ہوگئے. وہ بیڈ کے کنارے ٹک گئی. اسکے ذہن میں مسلسل ایک سوال گونج رہا تھا کہ آپا نے اس اچانک کی شادی کے متعلق اس سے کوئی استفسار کیوں نہیں کیا انھوں نے تو اس سے اسکے خاندان ماں باپ بہن بھائیوں کے متعلق تک نہ پوچھا تھا حالانکہ ایسے سوالات تو عام طور پر کسی سے تعارف حاصل کرتے ہوئے ہی کر لیے جاتے ہیں. وہ سوچ سوچ کر الجھتی رہی مگر ارمغان سے پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی. ان سے تو وہ یونیورسٹی کے پہلے دن سے ہی سخت گھبراتی تھی کجا کہ قسمت نے انکو ہی اسکا شریک سفر بنادیا تھا. وہ چاہ کر بھی اس رشتے کو دماغی طور پر قبول نہ کرپارہی تھی .

"آپا سے تو کافی دوستی ہوگئی ہے تمہاری. " ارمغان کے سنجیدہ سے طرز تخاطب پہ اس نے سر اٹھا کر انکی طرف دیکھا. وہ بظاہر لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ تھے.

"جی وہ بہت اچھی ہیں. " اس نے مدھم آواز میں جواب دیا.

"ہوں.. انکی ہماری شادی کے متعلق کیا بتایا تم نے ؟" انکا لہجہ سرسری مگر سوال اہم ترین تھا.

"کک... کچھ نہیں. "وہ ہکلائی. اسکا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا. مگر ساتھ ہی ساتھ وہ دل ہی دل میں شکر ادا کر رہی تھی کہ اس نے کسی قسم کی کوئی عقل جھاڑنے کی کوشش نہیں کی تھی. نجانے ارمغان نے انکو کیا بتا رکھا تھا. اگر وہ کچھ الٹا سیدھا بول دیتی تو معلوم نہیں وہ اسکے ساتھ کیسے پیش آتے .

"اوکے. اگر وہ کچھ بھی پوچھیں تو یہی بتانا کہ تم میری اسٹوڈنٹ ہو اور ہماری لو میرج ہے. "انھوں نے نرم لہجے میں ہدایت جاری کی تھی.

"مگر... یہ تو"..

"میں جانتا ہوں کہ یہ جھوٹ ہے. "وہ اسکی بات کاٹ کر پرسکون لہجے میں بولے تھے.

"میرا مطلب یہ ہے کہ"..

"مجھے معلوم ہے تمھارا کیا مطلب ہے۔" انھوں نے پھر اسکی بات کاٹی۔ "تم یہی سوچ رہی ہو کہ اتنی آنافاناشادی پہ آپا کو حیرت بھی ہوگی اور تمہارے متعلق تجسس بھی۔ تو تمہیں اسکے متعلق فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ دنیا کے سوالوں کا جواب دینا میرا کام ہے تمہارا نہیں۔ تم کافی بڑے ڈراما سے گزری ہو سو خود کو ریلیکس رکھو"۔

"لیکن..." وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"ہاں بولو..رک کیوں گئی ؟" انھوں نے لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹا کر اسکی طرف دیکھا۔

"کیا آپا میری فیملی سے نہیں ملنا چاہیں گی۔" اس نے بہت ہمت کر کے پوچھا تھا۔

" آئی سیڈ یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے زرنگار احمد۔ تم سے جتنا کہا جائے اتنا ہی کیا کرو۔" اب کی بار انکے لہجے میں نرمی کا عنصر قدرے کم تھا۔

وہ اب مزید کچھ کہنے کی ہمت نہ کر سکتی تھی۔ اسلئے چپ چاپ لیٹ گئی۔ اور آنکھوں کو بازو میں چھپالیا۔ نجانے کیوں دو گرم گرم آنسو اسکی بند آنکھوں سے پھوٹ پڑے تھے۔

" آپا انگلینڈ سے روز روز نہیں آسکتیں۔ اب بھی وہ تین سال بعد آئی ہیں۔ انکے اپنے بچے ہیں بہوئیں ہیں۔ انکے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ میرے یا تمہارے متعلق اتنا سوچیں۔ ابھی بھی وہ سارا وقت ادھر تو گزاریں گی بھی نہیں انکی سسرال ہے کراچی میں کچھ دنوں بعد وہ وہاں چلی جائیں گی پھر شاید وہ وہیں سے واپس چلی جائیں۔ لہٰذا یہ چند دن ہنسی خوشی گزار لو۔" وہ اسی سے مخاطب تھے۔ وہ کچھ نہ بولی۔ وہ کہتے رہے۔ "میں آپا کو بتا چکا ہوں کہ تمہارا اس دنیا میں کوئی نہیں صرف ایک چچا تھے جنکی اچانک وفات کے باعث ہمیں سادگی سے فوراً شادی کرنا پڑی۔ وہ تم سے کچھ نہیں پوچھیں گی لیکن اگر کبھی پوچھ بھی لیا تو تم یہی سب دہرا دینا۔ میں نہیں چاہتا کہ حقیقت آپا کو معلوم ہو اور انکے دل میں تمہاری طرف سے کوئی بھی شک و شبہ یا dis respect پیدا ہو"۔

وہ چپ چاپ آنسو بہاتی رہی۔ زندگی بار بار اسکے ساتھ مذاق کرتی تھی بچپن سے آج تک وہ فائزہ کے زیر عتاب رہی تھی اور اب ارمغان اسکی زندگی کے مالک بن بیٹھے تھے۔ صرف نام اور مقام بدلے تھے... زرنگار کی زندگی تو ویسی ہی تھی۔

"کیا تم سو گئی ہو ؟" چند ثانیے کی خاموشی کے بعد ارمغان نے اٹھ کر اسکا شانہ ہولے سے ہلایا تھا۔ وہ چونک گئی۔ اس نے آنکھوں سے بازو ہٹایا۔ وہ بیڈ کے سرہانے کھڑے تھے

"رو کیوں رہی ہو ؟" انکی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

"نہیں..." اس نے جلدی سے آنسو صاف کیے اور اٹھ بیٹھی.

'اول یہ کہ میں اندھا نہیں ہوں دوم یہ کہ اگر تم رونے کی بجائے اپنا پوائنٹ آف ویو بیان کر لیا کرو تو بہت اچھا رہے گا" وہ سخت لہجے میں کہہ کر اس کے پاس سے ہٹ گئے. اور کمرے کی روشنیاں گل کر کے بیڈ کے دوسرے کنارے نیم دراز ہو گئے. وہ اسی پوزیشن میں بیٹھی ہوئی تھی. اندھیرا ہوتے ہی اسکی آنکھیں پھر سے برسنے لگیں.

"انکو کسی اور سے سچ معلوم ہو بھی تو سکتا ہے." اس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا تھا. ارمغان نے سائیڈ لیمپ روشن کیا.

"کسی اور سے تو نہیں ہاں البتہ تم سے ضرور سچ معلوم وہ جائے گا انکو" وہ طنزیہ لہجے میں بولے تو وہ کچھ بھی کہے بنا لیٹ گئی اور آنسوؤں کو بہنے دیا.

"Why are you crying? "

چند لمحوں کے بعد انکی جھنجھلائی ہوئی آواز سنائی دی تو اسکا دل بری طرح سہم گیا. فائزہ بھی اسکے رونے سے یونہی چڑ جایا کرتی تھیں...

"جو کہنا چاہتی ہو کھل کر کہہ کیوں نہیں دیتی ہو تم. میں کیا کوئی خونی درندہ ہوں جو تمہیں پھاڑ کھاؤں گا. کیوں بلاوجہ رو رو کر اپنا اور میرا دماغ خراب کر رہی ہو آخر تمہارا مسئلہ کیا ہے زرنگار." اب کی بار انھوں نے اسکو کندھوں سے تھام کر اسکا رخ اپنی طرف موڑا تھا.

"میری وجہ سے آپکو جھوٹ بولنے پڑ رہے ہیں.." وہ آنسوؤں کی روانی کے درمیاں رک رک کر بولی. ارمغان نے گہری سانس بھری.

"اسکو جھوٹ نہیں مصلحت کہتے ہیں. اب رونا دھونا چھوڑو اور آرام سے سو جاؤ. اتنے آنسو بہاتی ہو ہر وقت. تمہیں الٹے سیدھے سوالوں سے بچانے کیلئے ہی اس جھوٹ کا سہارا لیا ہے. کیونکہ ادھر تم سے کوئی بات کرتا ہے تو ادھر تمہاری آنکھوں سے ساون بھادوں جاری ہو جاتا ہے." وہ اکھڑے اکھڑے لہجے میں کہتے ہوئے اسکے آنسو اپنی انگلیوں کی پوروں پہ سمیٹ رہے تھے. اسکے آنسو اب تھم چکے تھے.

"And I really hate tears."

اسکے آنسو سمیٹ کر وہ نرم لہجے میں بولے تھے. زرنگار کچھ نہ بولی.

"گڈ نائٹ." انھوں نے سائیڈ لیمپ بجھا کر کروٹ بدل لی. اسنے اپنی دکھتی آنکھوں پہ بازو رکھ لی. اسکا دل بے طرح بے چین ہو رہا تھا.

آپا پندرہ دن بعد کراچی چلی گئیں تھیں. انکی فلائیٹ بھی کراچی سے ہی تھی سو وہ ان دونوں کو بہت سی دعاؤں کے ساتھ الوداع کہہ گئیں تھیں. اپنے قیام کا زیادہ تر عرصہ انھوں نے شاپنگ اور گھومنے پھرنے میں ہی گزارا تھا اور وہ ہر جگہ زرنگار کو اپنے ساتھ ہی لے جاتی تھیں. انکے جانے کے بعد اسکی زندگی بالکل بور ہو کر رہ گئی. اسکے فرسٹ سمسٹر کا رزلٹ آگیا تھا اور وہ اچھے گریڈز کے ساتھ کامیاب ہو گئی تھی. یونیورسٹی کی چھٹیاں ختم

ہونے میں بھی ابھی کچھ دن رہتے تھے۔ ارمغان صبح سے شام تک گھر سے باھر رہتے اور گھر میں بھی وہ زیادہ وقت لائبریری میں گزارتے تھے۔ وہ سارا دن اس بڑے سے گھر میں ادھر سے ادھر چکراتی رہتی گھر میں نوکروں کی فوج تھی اسلیئے اسکے کرنے کو کوئی کام ہی نہ تھا۔ کبھی کبھی ایمن آجاتی تو اسکی بوریت دور ہوجاتی۔

چند روز بعد یونیورسٹی کی چھٹیاں ختم ہوگئیں تو ارمغان نے اسے اگلا سمسٹر جوائن کرنے کو کہا اور وہ جو بے کاری سے اکتا گئی تھی فوراً تیار ہوگئی۔ سمسٹر شروع ہونے سے تین دن قبل ارمغان نے اسے کافی بھاری رقم تھمائی تو وہ نجانے کتنی ہی دیر تک نوٹ ھاتھ میں پکڑے گنگ بیٹھی رہی تھی۔

"کیا مراقبہ کررہی ہو؟" وہ واش روم سے باھر آئے تب بھی اسے اسی پوزیشن میں بیٹھے دیکھا جس میں چھوڑ کر گئے تھے تو بے اختیار ہی پوچھ بیٹھے۔

"نہیں" وہ چونک اٹھی۔

"کیا پیسے کم ہیں؟" وہ اپنا لیپ ٹاپ اٹھا کر صوفے پہ بیٹھ گئے۔

"نہیں نہیں۔ یہ بہت ہیں۔ میرا تو پورا مہینہ بہت آسانی سے گزر جائے گا۔" اس نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ انھوں نے اسے یہ رقم پاکٹ منی کے طور پر دی تھی۔

"آر یو کریزی۔ یہ پیسے تمہاری شاپنگ کیلیئے ہیں۔" انھوں نے قدرے حیرت سے کہا۔

"کونسی شاپنگ؟" وہ ان سے بڑھ کر حیران ہوئی تھی۔

"کس قسم کی لڑکی ہو تم کہ تمہیں شاپنگ کا نہیں پتہ۔" وہ اسے ایسے دیکھ رہے تھے جیسے اسکے سر پر سینگ اگ آئے ہوں۔

"شاپنگ کا پتہ ہے لیکن اتنے زیادہ پیسے۔ اتنے زیادہ پیسے تو میں نے اپنی شاپنگ پہ کبھی خرچ نہیں کیے۔" اس نے صاف گوئی سے کہا۔

"تو اب کرلو۔ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟"۔ وہ کندھے اچکا کر لاپروائی سے بولے اور پھر سے لیپ ٹاپ کیطرف متوجہ ہوگئے۔

"مگر میں خریدونگی کیا؟" اسکی الجھن ابھی بھی برقرار تھی۔ ارمغان نے اسکی طرف دیکھا۔

"جوتے کپڑے اور جو بھی تم چاہو۔" انھوں نے نرم لہجے میں جواب دیا۔

"تین چار جوڑوں اور ایک دو جوتوں کی خریداری کیلیئے اتنے پیسوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔" اسنے اصل مسئلہ بیان کیا تھا۔

"واٹ؟ تم یونیورسٹی تین چار جوڑے بدل بدل کرجاتی رہوگی؟" ان پہ جیسے حیرتوں کا پہاڑ ٹوٹا تھا

"جی۔" اسکا اطمینان قابل دید تھا۔

"صحیح۔" انھوں نے سر ہلایا اور لیپ ٹاپ بند کر کے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"میں گاڑی میں تمہارا ویٹ کر رہا ہوں. جلدی آؤ." وہ بیڈ سائیڈ ٹیبل سے اپنی گاڑی کی چابیاں اور والٹ اٹھا کر اسے آڈر دیتے ہوئے کمرے سے نکل گئے تھے اس نے قدرے حیرت سے کندھے اچکائے. پھر وہ 'کثیر رقم' احتیاط سے بیڈ سائیڈ ٹیبل کے دراز میں ڈال کر دراز لاک کر دیا اور اپنا حلیہ درست کر کے باہر آ گئی جہاں وہ گاڑی سے ٹیک لگائے اسکے منتظر تھے

رات کے بارہ بجے وہ ارمغان کے ساتھ لدی پھندی واپس آئی تھی. اپنے کمرے میں آ کر وہ تھکن سے چور بیڈ پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئی ملازم نے شاپنگ بیگز لا کر کمرے میں رکھ دیئے.

"ہم کھانا کھا کر آئے ہیں." ارمغان ملازم سے کہتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے. وہ اپنے دکھتے پیروں کو سینڈلز کی قید سے آزاد کروا کر ہولے ہولے دبانے لگی. ارمغان نے اسکی دانست میں آج اسکو سال بھر کی شاپنگ کروادی تھی اس پہ دل کھول کر خرچ کیا تھا. اور وہ تو بس سارا وقت حیرتوں کی زد میں ہی رہی تھی. شاپنگ کے بعد انھوں نے اسے ایک شاندار سے ہوٹل میں ڈنر کروایا تھا جس کا بل دیکھ کر اسکو شاک لگ گیا تھا. جبکہ ارمغان نے بہت ہی نارمل سے انداز میں کھانے کے دام چکائے تھے.

"جی محترمہ زرنگار احمد.. اسکو کہتے ہیں شاپنگ." انھوں نے گھڑی اتار کر ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے اسے مخاطب کیا. وہ محض سر ہلا کر رہ گئی.

"ایک چیز رہ گئی." ارمغان نے شاپنگ بیگز پہ ایک اچٹتی سی نظر ڈالتے ہوئے کہا.

"اب کیا رہ گیا؟" اسنے نہایت بیچارگی سے پوچھا.

"تمہارا سیل فون... خیر میں کل لے آؤں گا." انھوں نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا اور اسکے جواب کا انتظار کیے بناء واش روم میں گھس گئے. وہ بیڈ پہ نیم دراز ہو گئی. وہ بے حد تھک گئی تھی مگر اس تھکن کے باوجود اسکے دل میں کہیں بہت سکون تھا. شاید اسلیئے کہ اسکی ہوش میں پہلی بار کسی نے اس پہ یوں دل کھول کر خرچ کیا تھا. ڈیڈی کی چاہتیں تو اسکی یاداشت کے پردے پہ بہت دھندلی ہو گئی تھیں. اپنی اب تک کی زندگی کا قریب قریب تمام عرصہ اس نے توجہ اور چاہت کیلیئے ترستے ہوئے گزارا تھا. ڈیڈی اکثر علی اور حمدان کیلیئے بہت کچھ خرید لاتے تھے مگر ایسے میں وہ اسکو ہمیشہ ہی بھول جاتے تھے... اور اسکا احساس کمتری بہت بڑھ جاتا تھا. لیکن آج ارمغان نے اسکو احساس دلایا تھا کہ وہ انکے لیئے اہمیت کی حامل تھی. اسکے لب مسکرانے لگے.

"خیریت یہ مسکرانے کی بدپرہیزی کیوں کر رہی ہو؟" وہ تولیئے سے منہ رگڑتے ہوئے واش روم سے نکلے تھے اور فوراً ہی اسکی مسکراہٹ پہ چوٹ کی تھی زرنگار بے طرح چونکی اور اسکے مسکراتے لب سکڑ گئے..

"بس یونہی." وہ گڑبڑا کے بولی.
"کوئی بات نہیں... کبھی کبھی مسکرا لینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا." تولیہ ایک طرف رکھ کر وہ آئینے کے سامنے جا کر ہاتھوں سے بال سنوارتے ہوئے خوشگوار لہجے میں بول رہے تھے. لیکن زرنگار اب مسکرا نہیں رہی تھی.
"کیا ہوا؟ کیا سوچنے لگی؟" وہ آئینے کے سامنے سے ہٹ کر اسکے قریب بیڈ پہ دراز ہو گئے.
"میں سوچ رہی تھی کہ جو پیسے آپ نے دیئے تھے اب انکا کیا کروں؟" اسنے پر سوچ انداز میں پوچھا تھا.
ارمغان نے گردن موڑ کر اسکی طرف دیکھا. انکی براؤن آنکھوں میں جھنجھلاہٹ کی واضح تحریر تھی.
"ایسا کرو. انکو آگ لگا دو." انکے خوشگوار موڈ کا ستیاناس ہو چکا تھا لہٰذا وہ پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولے تھے. زرنگار کو فوراً ہی اپنی بات کے احمقانہ پن کا احساس ہوا تھا. "آئم سوری." اس نے سر جھکا کر کہا.
"احمق لڑکی." انھوں نے ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑاتے ہوئے آنکھوں پہ بازو رکھ لی.
"جی.." وہ سن نہ سکی تھی.
"کچھ نہیں یار.. دماغ کی دہی کر دیتی ہو تم تو" انھوں نے آنکھوں سے بازو ہٹائے بغیر اکتائے ہوئے لہجے میں کہا تھا. اور وہ جو انکے ذرا سے غصے سے ڈر جایا کرتی تھی آج نجانے کیوں کھلکھلا کر ہنس پڑی. ارمغان نے چونک کر آنکھوں سے بازو ہٹا کر اسکی طرف دیکھا.
کتنی شفاف اور بے ریا ہنسی تھی...وہ اس حسین منظر سے نظریں نہ ہٹا سکے تھے.

"اوہ گاڈ زری.. تم سوچ بھی نہیں سکتی کی تمھیں دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے." ایمن اسے کندھے سے تھام کر پر مسرت لہجے میں کہہ رہی تھی وہ دونوں آج تقریباً ایک ہفتے بعد ملی تھیں. انکے سیکنڈ سمسٹر کا آج پہلا دن تھا. اور جب وہ ارمغان کے ساتھ یونیورسٹی آئی تھی تو نجانے کتنی ہی رشک بھری نظریں اسکی طرف اٹھ گئیں تھیں. اسکے تمام کلاس فیلوز نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا. وہ حیرتوں کی زد میں تھی. اسکی شادی کے روز ہونیوالا ڈرامہ سب بھول چکے تھے. وہ جو کل تک سب کی ترحم بھری نگاہوں کے قابل تھی.. وہی زرنگار احمد.. مسز ارمغان صدیقی بن کر بے حد قابل احترام و قابل رشک ہو گئی تھی.. اسکے ماضی.. اسکی شناخت سے اب کسی کو کوئی غرض نہ رہی تھی.. دنیا سچ میں صرف چڑھتے سورج کی پجاری ہے...
"تم خوش تو ہو ناں زری" ایمن اسکے سادہ سے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھ رہی تھی. اسکے چہرے کا رنگ نکھر آیا تھا. بالوں کی اسٹائلش کٹنگ اور

جدید تراش خراش کے لباس نے اسکی شخصیت کو نکھار دیا تھا۔۔

"ہاں۔۔ شاید۔" زر نگار نے مدھم لہجے میں جواب دیا

"سر کا رویہ کیسا ہے تمہارے ساتھ "؟

" اچھا ہے۔۔ بہت اچھا ہے۔ انھوں نے مجھ سے میرے ماضی کے متعلق کچھ نہیں پوچھا۔۔ مگر میرا دل کرتا ہے ایمن کہ ان سے ہر بات شئیر کروں"

"کیا شئیر کرو گی ان سے زری۔ وہ تلخ باتیں بار بار دہرا کر تمہیں تکلیف ہی ہو گی۔ میرا مشورہ ہے کہ ماضی کو بھول کر بس اس نئی زندگی اور نئے رشتے پہ توجہ دو۔" ایمن نے اسے مخلصانہ مشورہ دیا

"میں کوشش تو کر رہی ہوں مگر ایمن میں جب بھی انکی شاندار پرسنالٹی کی جانب نظر کرتی ہوں تو مجھے اپنا آپ بہت ہی کمتر لگنے لگتا ہے" وہ یاسیت سے بولی۔

"کم آن زری۔ اس احساس کمتری سے نکل کر خود پہ اعتماد کرنا سیکھو۔ تم کسی سے کمتر نہیں ہو۔" ایمن نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔ اسنے کچھ سمجھتے اور کچھ نہ سمجھتے ہوئے سر ہلا دیا۔

____

سیکنڈ سمسٹر میں ارمغان انکی constitution کی کلاس لے رہے تھے۔ مگر اب وہ کلاس میں غائب دماغی سے نہیں بیٹھ سکتی تھی کیونکہ ارمغان کا رویہ یونیورسٹی میں بلکل استادوں جیسا ہوتا تھا اور وہ اسے بھی سب اسٹوڈنٹس کیطرح ہی ٹریٹ کرتے تھے Constitution . اس سمسٹر کا وہ واحد کورس تھا جو اسکی سمجھ سے بالاتر تھا۔ کلاس میں دیا گیا لیکچر اسکے سر پر سے گزر جاتا تھا۔ ایمن نے اسے مشورہ دیا کہ وہ گھر پر ارمغان سے پڑھائی میں مدد لیا کرے۔ لہذا شام کو وہ ہمت کر کے نوٹس لیے انکے پاس آ گئی۔ وہ فراغت سے بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے ۔

"آپ مجھے پڑھا دیں گے؟" وہ صوفے کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ انھوں نے ٹی وی سے نظریں ہٹا کر اسکی طرف دیکھا۔ بالوں کو اونچی سی پونی میں باندھے۔ گلابی رنگ کی سادہ سی شلوار قمیض میں ملبوس ہمرنگ دوپٹہ شانوں پہ پھیلائے وہ بہت ہی مؤدب سی نظر آ رہی تھی۔

"ہوں بیٹھو" انھوں نے ریموٹ اٹھا کر ٹی وی بند کر دیا۔ وہ فلور کشن صوفے کے قریب کر کے بیٹھ گئی۔ "کیا پڑھنا ہے؟" ارمغان نے پوچھا

56"ء کا آئین۔" اس نے نوٹس انکی طرف بڑھائے۔ انھوں نے نوٹس ایک طرف رکھ دیئے۔ اور اپنے مخصوص انداز میں 56ء کے دستور کے اہم نکات پر روشنی ڈالنے لگے۔ وہ نوٹ بک میں اہم اہم پوائنٹس نوٹ کرتی گئی۔ ارمغان نے اسے باقی کورسز میں بھی ہیلپ دینے کی آفر دی تھی اور اسے یہ آفر غنیمت لگی تھی۔ اگلے دن سے وہ روز شام کو نوٹ بک اٹھائے انکے پاس آ جاتی اور وہ اسے ایک ایک ٹاپک تفصیل سے سمجھاتے۔ شروع

شروع میں وہ بس انکی سنتی رہتی مگر آہستہ آہستہ اسمیں اتنی تبدیلی آگئی کہ وہ پوائنٹس نوٹ کرتے کرتے بیچ میں رک رک کر اکثر سوال بھی پوچھ لیتی. اس معمول سے ان دونوں کے درمیاں دوستی کا آغاز ہو گیا تھا.

فرسٹ سمسٹر والوں کو ویلکم پارٹی دینے کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں جس کے باعث کلاسز معمول کے مطابق نہ ہو رہی تھیں. زرنگار تو ان ہنگاموں سے دور بھاگتی تھی مگر ایمن اسے گھسیٹ کر ہال میں لے ہی جاتی جہاں فنکشن کی ریہرسلز ہو رہی ہوتی تھیں. ارمغان اور میڈم صالحہ بھی وہیں موجود ہوتے تھے کیونکہ ان دونوں کے ذمے ڈیپارٹمنٹ کے تمام فنکشنز کی مینیجمنٹ تھی. اس روز وہ کافی دیر سے لائبریری میں بیٹھی پڑھ رہی تھی. پھر آخر اکتا کر ایمن کی تلاش میں ہال میں آگئی. ایمن تو نہ ملی البتہ ارمغان دور سے ہی نظر آگئے تھے اسٹیج پہ کھڑے وہ تھرڈ سمسٹر کی عائشہ سے باتیں کر رہے تھے. وہ دور سے بھی انکی پر کشش مسکراہٹ کو دیکھ سکتی تھی. اسکے قدم بے اختیار اسٹیج کی جانب بڑھے تھے. اب فورتھ سمسٹر کی سامیہ بھی عائشہ کے ساتھ آکھڑی ہوئی تھی. ارمغان کچھ کہہ رہے تھے اور وہ دونوں غور سے سن رہی تھیں. وہ اسٹیج کی سیڑھیاں چڑھنے لگی. بولتے بولتے ارمغان نے نجانے کیا کہا تھا کہ وہ دونوں ہنس پڑی تھیں. وہ اسٹیج پہ آکر انکی طرف بڑھی. نجانے کہاں سے اسمیں اتنی ہمت آگئی تھی..ورنہ اتنے سارے لوگوں کی موجودگی میں اسٹیج کے قریب جانے کے خیال سے بھی اسکی ٹانگیں کانپنے لگتی تھیں. مگر اس لمحہ اسکے ذہن میں بس ایک ہی خیال تھا کہ یہ سامنے کھڑا شخص اسکا تھا اور اسے سب کے سامنے اپنا استحقاق دکھانا تھا. وہ ارمغان کے ساتھ آکھڑی ہوئی.

" آپ نے ایمن کو دیکھا ہے کہیں؟" اس نے انکی بازو تھام کر انھیں مخاطب کیا. تو وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے. "یہیں کہیں ہوگی." انکا لہجہ خوشگوار تھا. "ارے نگار ایمن کو میں نے تھوڑی دیر پہلے باہر جاتے دیکھا تھا." سامیہ کو اچانک یاد آیا تھا. مگر وہ وہیں کھڑی رہی. انکی بازو اب بھی اسکی گرفت میں تھی. "سر اپنی وائف کو بھی تو فنکشن میں participate کرنے کو کہیں ناں" عائشہ مسکراتے ہوئے بولی. ارمغان نے مسکرا کر اسکی طرف دیکھا. "یہ تو انکی مرضی پہ ڈیپینڈ کرتا ہے اور یہ بھی تو ہے ناں کہ اگر سارے اسٹوڈنٹس بیک اسٹیج چلے گئے تو یہاں سامنے بیٹھ کر داد کون دے گا." انھوں نے خوشگوار لہجے میں کہا تھا. "ارمغان گھر کب چلیں گے." اسنے ایک غیر متعلق بات پوچھی تھی. "بس ابھی چلتے ہیں. چلیں گرلز آج کی ریہرسلز وائنڈ اپ کریں." ارمغان کی ہدایت پہ وہ دونوں پلٹ گئیں. "چلو" انھوں نے زرنگار سے کہا. وہ دونوں ایکساتھ چلتے ہوئے ہال سے باہر آئے. "تم پارکنگ میں میرا ویٹ کرو میں گاڑی کی چابیاں لے کر آتا ہوں." انھوں نے اس سے کہا. "مگر مجھے ابھی گھر نہیں جانا." اسنے جوابا کہا. "کیا مطلب ابھی تو تم کہہ رہی تھی"...

"گھر جانے کا پوچھا تھا۔ یہ تو نہیں کہا تھا کہ ابھی گھر جانا ہے۔ "وہ کندھے اچکا کر بولی۔ "مجھے ایمن سے کچھ کام ہے آپ اپنے کیبن یا پارکنگ میں ویٹ کر لیں۔ "وہ ایک شان بے نیازی سے کہہ کر پلٹ گئی جانتی تھی کہ اب وہ واپس ہال میں تو جائینگے نہیں۔ جبکہ ارمغان وہیں کھڑے اسے دم بہ دم دور جاتا دیکھ رہے تھے۔ انکے ہونٹوں پہ ایک محظوظ ہونے والی مسکراہٹ تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو زری ؟" وہ اپنے ڈیپارٹمنٹ کے ایک لان کے دور افتادہ گوشے میں گھاس پر بیٹھی ہوئی تھی جب ایمن بھی دھپ سے اسکے سامنے آبیٹھی۔

"کچھ نہیں یار۔ تم ہال میں نہیں گئی۔ "اس نے سر اٹھا کر اس سے پوچھا۔

"نہیں یار آج تو فائنل ریہرسلز ہیں "ایمن نے بتایا

" ارمغان وہیں ہیں "؟

"ظاہر سی بات ہے۔ ویسے تم اتنی اداس کیوں نظر آرہی ہو؟" ایمن بغور اسکے چہرے کیطرف دیکھ رہی تھی۔ وہ کل والے کاٹن کے سادہ سے سبز شلوار قمیض میں ملبوس تھی۔ بال ہاف کیچر میں بندھے ہوئے تھے۔ سادہ سے چہرے پہ اداسی واضح تھی۔

" ایسا کچھ نہیں"۔

" جھوٹ نہیں بولو۔ سر نے کچھ کہا ہے کیا؟" ایمن نے اسکی آنکھوں میں جھانک کر پوچھا۔

"نہیں یار وہ بہت اچھے ہیں۔ میری بہت پرواہ کرتے ہیں۔ "اسنے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

" یہ تو بہت اچھی بات ہے پھر اسمیں پریشانی کی کیا بات ہے "؟

"نہیں پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ مگر… "وہ کہتے کہتے رک گئی۔

"مگر کیا زری"..

"وہ مجھ سے محبت نہیں کرتے۔ "اسنے اپنی واحد سہیلی کے سامنے اپنے دل کا حال بیان کیا تھا۔

"تم کرتی ہو"؟

"پتہ نہیں "

"سب سے پہلے تو اپنے مائنڈ کو کلئیر کرو۔ کیا تم ان سے محبت کرتی ہو یا یہ صرف ایک سمجھوتہ ہے۔ "ایمن نے کہا۔ اس نے اسکی طرف دیکھا۔ "وہ

اتنے شاندار ہیں.. جہاں بھی جاتے ہیں لوگوں کی رشک بھری نگاہیں انکا طواف کرتی ہیں. "وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بول رہی تھی.
"تم ان سے کچھ زیادہ ہی انسپائر نہیں ہوگئی. " ایمن چڑ گئی.
"شاید.. ایمن میرا دل کرتا ہے وہ مجھے چاہیں. مجھ سے محبت کریں. "اسکے لہجے میں حسرت تھی..
"زری اس رشتے کو کچھ وقت دو. اور inspiration اور محبت میں فرق کرنا سیکھو. "ایمن نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا تھا. "چلو کچھ کھا پی لیں بہت بھوک لگ رہی ہے "ایمن نے اسکا ھاتھ پکڑ کر اسے بھی اٹھا دیا تھا. مگر اسکے ساتھ کیفیٹیریا جاتے ہوئے اسکا ذہن ایمن کی باتوں میں الجھا ہوا تھا.

ویلکم پارٹی میں وہ بلکل پچھلی نشستوں کی جانب بڑھ گئی تھی. مجبوراً ایمن کو بھی اسکے ساتھ ہی بیٹھنا پڑا تھا. ارمغان بہت مصروف تھے. اور اسکی نظریں انہی پہ تھیں سیاہ تھری پیس سوٹ میں وہ ہمیشہ کیطرح بہت شاندار نظر آرہے تھے. فنکشن شروع ہوا تو وہ ٹیچرز کیلیئے مخصوص نشستوں پہ بیٹھ گئے تھے. فنکشن کے اختتام پر ہال میں ایک ہلچل سی مچ گئی تھی. اسٹیج پہ مختلف اسٹوڈنٹس کا ھجوم لگ گیا تھا وہ سب گروپ فوٹوز بنانے میں مصروف تھے. ایمن بھی اٹھ کر بے فکروں کی اس بھیڑ میں گم ہوگئی. وہ گھبرا کر ہال سے باھر نکل آئی. اسی لمحے اسکا موبائل بجنے لگا. "ارمغان کالنگ "سے اسکرین روشن تھی. اس نے کال اٹینڈ کی. "کدھر ہو؟ " انکی آواز سنائی دی. عقب میں بے حد شور ہو رہا تھا. "باھر ہوں "وہ دھیمی آواز میں بولی.
"مجھے تمہاری آواز سمجھ نہیں آرہی. اسٹیج کے پاس آؤ جلدی سے. "انھوں نے اپنی بات کہہ کر کال منقطع کر دی. تو وہ مرے مرے قدم اٹھاتی ہال میں داخل ہوئی. اور اسٹیج کے پاس چلی آئی. وہ کچھ فاصلے پہ کچھ ٹیچرز کے ساتھ کھڑے تھے. اسے دیکھ کر اسکے پاس چلے آئے. "کہاں تھی تم.؟" انھوں نے پوچھا.
"باھر گئی تھی. یہاں دم گھٹ رہا تھا. "اسنے اپنی انگلیاں مروڑتے ہوئے جواب دیا. "کیا ہوا ہے زرنگار؟ " آر یو اوکے؟ "انھوں نے فکرمندی سے پوچھا.
"مم.. مجھے اتنے سارے لوگوں میں گھبراہٹ ہوتی ہے "اسنے اصل مسئلہ بیان کیا تھا. اسکے چہرے پہ گھبراہٹ واضح تھی.
"اوکے آؤ میرے ساتھ "وہ اسکا ھاتھ پکڑے ٹیچرز کیطرف آئے. "اچھا سر جی مجھے اجازت دیجیئے. "انھوں نے خصوصیت سے کسی کو بھی مخاطب کیئے بناء کہا تھا.

"ابھی کدھر سر جی. ڈنر تک تو رکیں" سر عمر نے کہا.

"ایکچویلی میری مسز کے سر میں شدید درد ہے انکو آرام کی ضرورت ہے." انھوں نے مسکراتے ہوئے جواز پیش کیا تھا.

"اوہو کیا ہوا نگار آج تو آپ نظر ہی نہیں آئیں بیٹا." میڈم صالحہ نے شفقت سے پوچھا.

"جی میم. آئم ناٹ فیلنگ ویل." اسنے مدھم لہجے میں جواب دیا.

"اچھا آپ لوگ جائیں نگار کی طبیعت واقعی ٹھیک نہیں لگ رہی." سر اکرم نے کہا. ارمغان سب سے رسمی جملوں کا تبادلہ کیا اور اسکا ھاتھ پکڑے باھر آگئے. پارکنگ میں آکر گاڑی نکال کر گھر کی طرف روانہ ہوگئے.

"لوگوں کا سامنا کرنا سیکھو زر نگار.. اسطرح گھبراتی رہو گی تو دنیا تمہیں روندتی ہوئی آگے بڑھ جائیگی." گاڑی چکنی سڑک پر رواں دواں تھی جب ارمغان کی سنجیدہ سی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی. اس نے اپنا سر سیٹ کی پشت سے ٹیک کر گہری سانس بھری. "دنیا مجھے روندتی ہوئی آگے ہی تو بڑھ چکی ہے." اسکی آواز میں درد تھا.

"تم نے دنیا کو یہ موقع ہی کیوں دیا کہ وہ تمہیں روندتی ہوئی آگے بڑھ جائے".

"میں کب موقع دیا.. مجھے تو مہلت ہی نہ مل سکی موقع دینے کی." اسکے لہجے میں برسوں کی تھکن تھی.

گاڑی گھر کے گیٹ کے سامنے آکر رک گئی. ارمغان نے ہارن پہ ھاتھ رکھا.

"سوال یہ ہے کہ مہلت کیوں نہیں ملی".

چوکیدار نے گیٹ کھول دیا

"میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں".

گاڑی پتھریلی روش کو روندتی ہوئی پورچ میں آرکی.

"چلو دوسرا سوال.. ہجوم سے کیوں گھبراتی ہو؟" انھوں نے گاڑی کا انجن بند کرتے ہوئے کہا. ہر طرف مکمل اندھیرا تھا. شاید ملازم پورچ کی لائٹس روشن کرنا بھول گئے تھے.

"دنیا تماشائی ہے. اور میری زندگی ایک تماشہ..." اسکی آواز مدھم تھی. "دنیا ھمیشہ میرا تماشا ہی دیکھنے کیلیئے آتی ہے"

"وہ ماضی تھا.. اب ایسا نہیں ہے زر نگار... اب دنیا تمہیں رشک سے دیکھتی ہے"...

"دنیا اب بھی میرا تماشا ہی دیکھتی ہے۔۔سب کی آنکھوں میں رشک نہیں طنز ہوتا ہے کہ دیکھو یہ ہے وہ زرنگار جس کی کوئی پہچان نہیں جس کے باپ نے اسے مرتے وقت ڈس اون کر دیا۔۔ جس پہ ترس کھا کر ارمغان صدیقی نے اس سے شادی کر لی۔" اسکا لہجہ بھیگ رہا تھا۔

"میں نے تم سے شادی تم پہ ترس کھا کر نہیں کی زرنگار۔ تمہارے دل میں اتنی بدگمانی کیسے آگئی۔" ارمغان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں اچھی طرح سب جانتی ہوں۔ ڈیڈ نے بھی تو ترس کھا کر ہی مجھے پالا تھاناں۔ ممی نے بھی تو ترس کھا کر ہی مجھے عزت کے ساتھ رخصت کیا تھا۔ میرے حصے میں ترس اور ہمدردی ہی آتی ہے۔۔تو پھر آپ"...

"زرنگار۔" انھوں نے اسکی بات کاٹی "میں نے تم پہ ترس کھا کر تم سے شادی نہیں کی۔۔مجھے اس وقت یہ احساس ہوا تھا کہ معاشرے کی اصلاح کے لیئے پہلا قدم خود ہی اٹھانا پڑتا ہے۔ میں اس آدمی کو نصیحتیں تو کر رہا تھا کہ ایک معصوم لڑکی کی زندگی تباہ نہ ہو لیکن خود کو فراموش کر گیا تھا کہ یہ کام تو میں خود بھی کر سکتا ہوں۔ اسی لئے میں نے تم سے شادی کر لی۔ اور میں اپنے فیصلے پہ کبھی نہیں پچھتایا۔" انھوں نے اپنی بات مکمل کر کے ہاتھ بڑھا کر گاڑی میں روشنی کر دی۔

زرنگار نے اپنا آنسوؤں سے تر چہرا انکی طرف موڑا۔

"تم مضبوط بن کر دیکھو تو سہی زرنگار۔۔ دیکھنا کس طرح ظلم و ناانصافی کرنے والے سب چہرے بے نقاب ہو جائینگے۔" انھوں نے ہاتھ بڑھا کر اسکے چہرے پہ بکھرے آنسوؤں کو سمیٹا۔

"میں نہیں سمجھی"

"آج تک جو زندگی تمہارے ساتھ کرتی آئی ہے وہ کب سمجھی ہو۔۔" وہ ہلکا سا تبسم ہونٹوں میں دبا کر بولے تھے۔

"بائے دا وے مجھے گاڑی میں سونا بلکل پسند نہیں۔ لیٹس گو۔" انھوں نے لہجے کی ٹون بدل کر کہا اور گاڑی کا دروازہ کھول کر اتر گئے۔ وہ بھی اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ ارمغان رہائشی عمارت کی طرف بڑھ گئے۔ پلٹ کر دیکھا بھی نہیں تھا کہ وہ آ رہی تھی یا نہیں۔

"زرنگار ذرا ایک کپ چائے بنا دو۔" وہ اپنے کمرے کی کھڑکی کے قریب کھڑی لان میں لگے پھولوں کو دیکھ رہی تھی جب ارمغان نے کی آواز پہ چونک کر پلٹی۔

"آپ۔۔ اتنی جلدی کیسے آ گئے۔" وہ آج یونیورسٹی نہ گئی تھی اور خلاف توقع ارمغان بھی وقت سے پہلے ہی لوٹ آئے تھے

"واپس چلا جاؤں؟" انھوں نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا تھا

"نہیں میر امطلب تھا آپ اتنی جلدی کبھی نہیں آتے." اسنے وضاحت دی.

"ہاں بس یونہی آج کچھ آرام کا موڈ بن گیا تھا. چائے پلوا دو." انھوں نے جوتے اتار کر لیٹتے ہوئے کہا. وہ سر ہلاتی کمرے سے چلی گئی. چند منٹوں بعد وہ چائے بنا کر لے آئی اور کپ انھیں تھما دیا.

"ادھر بیٹھو." انھوں نے کپ سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے سامنے بٹھا لیا.

"اگر میں تم سے تمہاری گزری زندگی کے متعلق کچھ پوچھوں تو تم برا تو نہیں مانو گی؟" انھوں نے محتاط انداز میں بات شروع کی تھی.

اسنے نفی میں سر ہلایا.

"تمہارے والد نے اپنی زندگی میں تمہیں کبھی بتایا تھا کہ تم انکی اولاد نہیں ہو"؟

"نہیں." اسنے ایک حرفی جواب دیا.

"پھر تمہیں یہ بات کب معلوم ہوئی"؟

"ڈیڈی کی ڈیتھ کے بعد زاھد انکل انکی وصیت لے کر آئے تھے. اسی میں یہ سب لکھا تھا. کہ میں ڈیڈی کی اولاد نہیں انھوں نے مجھے کسی یتیم خانے سے گود لیا تھا." وہ مدھم لہجے میں انکو بتا رہی تھی.

"تم نے وصیت خود پڑھی تھی"؟

"جی. اور زاھد انکل نے اسکا متن پہلے ہی بتا دیا تھا مجھے"

"زاھد انکل کون"

"ڈیڈی کے لیگل ایڈوائزر.. زاھد شکیل".

"یہ حضرت وہی محترم وکیل تو نہیں جنھوں نے تمہاری شادی والے دن اپنا کردار ادا کیا تھا.." ارمغان کے لہجے میں استہزاء تھا.

"جی وہی. پتہ نہیں انھوں نے ایسا کیوں کیا تھا. وہ تو بچپن سے مجھ سے بہت پیار کرتے تھے" اسکے لہجے اور انداز میں الجھن تھی. ارمغان بہت غور سے اسکی طرف دیکھ رہے تھے انکا ذہن کسی الجھی ہوئی ڈور کا سرا تلاشنے میں مصروف تھا.

"کیا تمہیں کبھی اپنے والد کے رویے سے یہ محسوس ہوا تھا کہ وہ تمہارے سگے والد نہیں ہیں".

"ماما کے بعد وہ مجھ پہ جان دیتے تھے مگر دوسری شادی اور علی حمدان کے آجانے کے بعد وہ مجھ سے بالکل لاپرواہ ہو گئے تھے." وہ بولتے بولتے کہیں کھو سی گئی تھی جیسے..

"اپنی زندگی کے آخری چار سال انھوں نے بستر پہ گزارے تھے اور تب مجھے انکا قرب پھر سے حاصل ہوا تھا. میں انکے آخری دم تک انکے پاس تھی. انھوں نے مجھے کئی برسوں کے بعد پھر سے وہی والہانہ شفقت دی تھی جس کیلیئے میں کئی برسوں تک ترسی تھی. مجھے یونیورسٹی میں داخلہ لینے کیلیئے بھی انھوں نے ہی ابھارا تھا. لیکن پھر اچانک انکی ڈیتھ ہوگئی اور اسکے بعد میری زندگی تاریک ہوتی گئی. "بات کہاں سے کہاں نکل گئی تھی مگر انھوں نے اسے بولنے دیا تھا. اسکا چہرا آنسوؤں سے تر تھا مگر شاید وہ ان سے بے پرواہ تھی.

"یہ تو ممی کا احسان تھا کہ انھوں نے مجھے گھر سے نہیں نکالا تھا. ورنہ ڈیڈی نے تو مجھے بے سہارا چھوڑ دیا تھا".

"لیکن تم نے یقین کیسے کر لیا؟ تم کسی رشتے دار سے ملتی اپنے والد کے دوستوں سے بات کرتی" ارمغان نے نکتہ اٹھایا.

"ممی نے منع کر دیا تھا. کسی کو بتانے سے. وہ چاہتی تھیں کہ میری پہچان برقرار رہے. اور یقین تو مجھے آگیا تھا ارمغان کیونکہ اگر میں واقعی ڈیڈی کی سگی بیٹی ہوتی تو وہ اپنے بیٹوں کے سامنے مجھے اگنور نہ کرتے. "وہ بولتے بولتے ایک لحظہ کو رکی.

ارمغان کی پرسوچ نظریں کسی غیر مرئی نقطے پہ مرکوز تھیں.

"میں آج تک یہ سمجھ ہی نہ پائی کہ ڈیڈی نے ساری زندگی مجھ سے یہ بات کیوں چھپائی. اور مرنے کے بعد کیوں مجھ سے میری پہچان چھین لے گئے. "نجانے وہ خود سے پوچھ رہی تھی یا ان سے. ارمغان نے اسکی طرف دیکھا. اسکی ننھی سی ناک سرخ ہو رہی تھی.

"میں ہوں تمہاری پہچان.. تم مسز ارمغان صدیقی ہو" انھوں نے اسکے سرد ھاتھوں کو اپنے ھاتھوں میں تھام کر مضبوط لہجے میں کہا تھا. زرنگار نے انکے مضبوط ھاتھوں کی گرفت میں مقید اپنے ھاتھوں کی جانب دیکھا. محبت جیسے کسی الہام کی مانند اسکے دل کے تاروں کو چھو گئی تھی.

سر عمر نے ٹائم ختم ہونے سے پندرہ منٹ قبل ہی کلاس فری کر دی تھی. وہ سب موقع غنیمت جان کر کیفیٹیریا میں آبیٹھے.

"جلدی جلدی کھاپی لو. ٹھیک دس منٹ بعد سر ارمغان کی کلاس ہے. "عمران نے بریانی کی پلیٹیں میز پہ رکھتے ہوئے سب کو تنبیہ کی.

"اف آج تو پریزینٹیشن ہے. "صائمہ نے ہانک لگائی.

"اوہ گاڈ میری تو بالکل بھی تیاری نہیں. "عظمیٰ نے رو دینے کے سے انداز میں کہا.

"تو ہماری کونسا تیاری ہے. "شاکر نے لڑکوں کی نمائندگی کر دی تھی

"زرنگار تم فرنٹ رو میں بیٹھ جانا پلیز. "زہرا نے اسکی منت کی

"پریزینٹیشن رول نمبر وائز ہے. "زرنگار نے اسے اطلاع دی.

"وی نو دیٹ لیکن تم فرنٹ رو میں بیٹھ جاؤ گی تو ھم سب کی بچت ہو جائیگی۔" عمران بولا۔

"کیا مطلب؟" اسے کچھ بھی سمجھ نہ آیا۔

"ارے لڑکی تم ڈیلی کلاس میں کہیں پیچھے چھپ کر بیٹھی ہوتی ہو پھر بھی سر پچاس میں سے تیس منٹ تمہیں گھورتے ہوئے گزارتے ہیں۔ اگر تم فرنٹ پہ ہی نظر آگئی تو سر کے ذہن سے شرطیہ پریزینٹیشن لینے کا خیال نکل جائے گا۔" زہرا نے معنی خیز انداز میں کہا تھا سب ہی ہنس پڑے۔ وہ بے اختیار جھینپ گئی۔

"فضول باتیں نہ کرو"۔

"اسمیں فضول کچھ نہیں ہے۔ پچھلے کچھ دنوں سے واقعی یہ سر کا معمول بن گیا ہے کلاس میں وہ صرف تمہارا دیدار کرنے آتے ہیں۔" جمیل نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"پرسوں تو بار بار لیکچر دیتے ہوئے بھول رہے تھے" عالیہ نے بھی لقمہ دیا۔

"رخ یار سے نظریں ہٹیں تو ہی کچھ اور یاد رہے ناں" صائمہ نے بھی اسے چھیڑا۔

"اچھا تم لوگ کیوں جیلس ہو رہے ہو اپنی بیوی کو ہی گھورتے ہیں کوئی غلط بات تو نہیں۔" ایمن نے فوراً اسکی سائیڈ لی

"ارے تو بیوی کو گھر میں گھور لیا کریں ناں ہم بیچارے معصوم بچے یہاں پڑھنے آتے ہیں۔" عمران مصنوعی معصومیت سے بولا تو زرنگار کے علاوہ سب ہنس پڑے۔

"چلو بھئی کلاس کا ٹائم ھو گیا ھے۔" جمیل نے فوراً جلدی مچائی تو وہ سب کلاس میں چلے آئے۔ اور کلاس میں ان سب نے اسے فرنٹ رو میں ہی بٹھایا تھا اور ساتھ یہ ھدایت بھی کر دی تھی کہ اگر پریزینٹیشن کی بات آئے تو وہ ہی بات سنبھالے گی۔ وہ ناچار بیٹھ گئی۔ ارمغان کلاس میں آئے اور ڈائس کے پاس آکر رکے۔ انکی نظریں زرنگار پہ گئیں۔ اور انکے ہونٹوں پہ دھیمی سی مسکراہٹ آرکی۔ زرنگار سخت نروس ہو رہی تھی۔ اگر ارمغان نے آج پریزینٹیشن نہ لی تو ساری کلاس نے اسکو خوب ستانا تھا۔

"آج ھم 71ء کا آئین ڈسکس کرینگے۔" ارمغان نے کلاس کو مخاطب کیا تھا۔ ساری کلاس کے ہونٹوں پہ دبی دبی سی مسکراہٹ مچلنے لگی۔

لیکچر کے بعد ارمغان کے کلاسے سں نکلتے ہی ایک زوردار قہقہہ پڑا تھا۔ زرنگار نے اٹھ کر بھاگنے میں ہی عافیت جانی۔

"کیا ہو رھا ہے؟" وہ بڑی دلجمعی سے ارمغان کے بنائے نوٹس کے رٹے لگانے میں مصروف تھی جب وہ آکر اسکے برابر آبیٹھے

"پڑھ رھی ہوں." اسنے مصروف انداز میں جواب دیا.

"دکھاؤ کیا پڑھ رہی ہو؟" انھوں نے ھاتھ بڑھا کر اسکے ھاتھ سے نوٹس لے کر ان پہ سرسری سی نظر ڈالی. "یہ میرے نوٹس"...

"جی آپکی فائل سے لئے تھے سوری." وہ اب ان سے پہلے کیطرح ڈرتی نہ تھی سو مسکرا کے بولی.

"مجھ سے پوچھے بغیر آپ نے میری فائل سے نوٹس کیوں لئے" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہے تھے.

"کیونکہ مجھے ایگزامز کی تیاری کرنی ہے." وہ مسکرا رہی تھی. جھکی جھکی پلکیں گالوں پہ لرز رہی تھیں.

"تو آپ کلاس میں لیکچر نوٹ کیوں نہیں کرتیں"؟

"کیونکہ پچھلے کچھ دنوں سے ھمارے ٹیچر لیکچر کم دیتے ہیں اور گھورتے زیادہ ہیں." اس نے پلکیں اٹھا کر معصومیت سے کہا.

ارمغان بے اختیار مسکرا اٹھے. "گھورنے کا فائدہ تو کوئی ھوا نہیں. لوگ نگاھوں کی زبان سمجھتے ہی نہیں." وہ اب شرارت آمیز انداز میں بول رہے تھے. "لوگ تو کافی زیادہ سمجھ گئے ہیں." وہ مدھم لہجے میں بولی.

"جس کو سمجھانا چاہا وہ بھی سمجھی کہ نہیں.؟" انھوں نے اسکی آنکھوں میں جھانکا تو وہ پلکیں جھکا گئی

"بتاؤ ناں" انھوں نے اصرار کیا.

"کیا بتاؤں؟" اس نے جھکی پلکوں کے ساتھ مدھم لہجے میں پوچھا.

"یہی کہ کیا تمہیں بھی مجھ سے محبت ہو گئی یا میں اکیلا ہی مریض عشق ہوں." انکا لہجہ بہت دلفریب تھا. زرنگار کی دھڑکنیں گنگنا اٹھیں.. "زرنگار..." انھوں نے اسے پکارا.

"آپ کو مجھ سے محبت ہے؟" اس نے پلکیں اٹھا کر انکی طرف دیکھا.

"ہاں مجھے برملا اعتراف ہے اس بات کا کہ مجھے تم سے محبت ہے کیا تمہیں مجھ سے محبت ہے؟" انکے لہجے میں سچائیاں تھیں. اور ڈارک براؤن آنکھوں میں اظہار سننے کی تمنا.

"جی..." وہ بس اتنا ہی کہہ سکی.

"تو پھر کہا کیوں نہیں."..

"مجھے لگتا تھا میں آپکی محبت کے لائق نہیں." اسنے صاف گوئی سے کہا.

"ایسا کبھی مت سوچنا زرنگار. تم بہت اہم ہو میرے لئے." انھوں نے اسکا چہرا دونوں ہاتھوں میں تھام کر محبتوں سے چور لہجے میں کہا تھا. وہ دھیرے سے مسکرادی. کھڑکی پہ ٹکا چاند بھی مسکرا اٹھا تھا.

صبح صادق کی خوشگوار ہوا اسکے بدن سے ٹکرا رہی تھی. وہ ننگے پاؤں اوس سے بھیگی گھاس پہ چل رہی تھی. اسکے جسم پر سیاہ ٹراوزر کے ساتھ اپنے سائز سے کافی بڑی مردانہ شرٹ تھی. اور وہ بے حد مسرور و مگن انداز میں صبح کے ان خوبصورت لمحات سے لطف اندوز ہو رہی تھی. اسکا دل چاہ رہا تھا کہ وہ مسکراتی جائے گنگناتی جائے. چلتے چلتے وہ گلاب کی کیاریوں کے پاس آرکی. ننھی ننھی سرخ کونپلیں کھلنے کو تھی. وہ انکو چھو کر انکی کو تازگی محسوس کرنے لگی. "گڈ مارننگ" کوئی بالکل اسکے کان کے پاس آکر بولا تو وہ چونک کر اچھل پڑی. سینے پہ بازو لپیٹے وہ اسکے سامنے کھڑے مسکرا رہے تھے. سیاہ ٹریک سوٹ میں ملبوس بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ رف سے حلیئے میں بھی بے حد شاندار نظر آرہے تھے .

"اف آپ نے مجھے ڈرا دیا." وہ شکوہ کناں ہوئی.

"اتنی ذرا ذرا سی باتوں سے ڈر جاتی ہو. کتنی ڈرپوک ہو." انھوں نے اسکی ننھی سی ناک کو چھوا تھا.

"میں تو ہوں ڈرپوک." اس نے شانے اچکا کر اعتراف کیا.

"اتنا مت ڈرا کرو. تمہارے ارد گرد صرف میں ہی ہوتا ہوں تمہارا باڈی گارڈ." وہ اسکی طرف ذرا سا جھکتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولے تھے .

وہ مسکراتے ہوئے پلٹ کر گھاس پہ چلنے لگی. وہ اسکے ہمقدم ہو گئے .

"پلیز آج پریزینٹیشن لے لیجیئے گا" اس نے انکو یاددہانی کروائی .

"شیور یہ کوئی بھولنے والی بات تو نہیں ".

"لیکن دو دن سے آپ بھولے ہی ہوئے ہیں".

"تو تم بالکل سامنے کیوں بیٹھ جاتی ہو کلاس میں ؟" وہ شرارت آمیز لہجے میں بولے.

"ارمغان..." اسکے لہجے میں احتجاج تھا.

"فرمایئے مسز ارمغان".

"آپ آئندہ کلاس میں میری طرف دیکھیں گے بھی نہیں." اسنے تنبیہہ کی.

"یہ تو ناممکن ہے".

"ساری کلاس یہ بات نوٹ کرتی ہے"

"تو" انھوں نے کندھے اچکائے. "تم میری بیوی ہو".

"یونیورسٹی میں میں آپکی اسٹوڈنٹ ہوتی ہوں".

"مسز ارمغان.. آپ میرے سامنے ہوں اور میں آپکو نہ دیکھوں یہ تو ممکن ہی نہیں ہے".

"پھر میں آئندہ آپکی کلاس ہی اٹینڈ نہیں کرونگی." اسنے دھمکی دی.

"ٹھیک ہے میں تمہیں پیپر میں فیل کردونگا." انھوں نے بھی جواباً دھمکی دی.

"ارمغان میں سیریس ہوں" اسنے انکی طرف مڑ کر رکتے ہوئے کہا تھا. ارمغان بھی رک گئے.

"اوکے.. جو آپکا حکم." انھوں نے مصالحتی انداز اختیار کیا.

"اوکے." وہ کہہ کر رہائشی عمارت کی طرف بڑھ گئی.

دھوپ چاروں طرف پھیل چکی تھی اور فضا میں پرندوں کی چہچہاہٹ گونج رہی تھی.

"ویسے یہ تو بڑی زیادتی کی بات ہے" عقب سے ارمغان کی آواز ابھری تو وہ رک کر پلٹی. وہ وہیں کھڑے سنجیدہ سی نظروں سے اسکی طرف دیکھ رہے تھے.

"کیسی زیادتی"؟

"میں تو تمہارے کپڑے نہیں پہن سکتا" وہ ہلکا سا تبسم ہونٹوں میں دبائے ہوئے کہہ رہے تھے. وہ بے اختیار جھینپ گئی. ارمغان مسکراتے ہوئے اسکے قریب آگئے.

"ویسے میں اپنے کسی اسٹوڈنٹ کو اتنی اجازت نہیں دیتا کہ وہ میری چیزیں مجھ سے پوچھے بناء استعمال کرے." وہ اب رعب جھاڑ رہے تھے.

"لیکن میں تو آپکی بیوی ہوں ناں." وہ مسکرائی.

"لیکن ابھی تو آپ نے کہا تھا کہ آپ میری اسٹوڈنٹ ہیں".

"وہ تو صرف یونیورسٹی کی حد تک کہا تھا".

"آئی سی.. مگر میں آپکو یونیورسٹی سے لیکر گھر تک صرف اپنی بیوی ہی سمجھتا ہوں محترمہ زرنگار احمد".

"لیکن آپ کلاس میں مجھے گھوریں گے نہیں" اسنے شہادت کی انگلی اٹھا کر انھیں وارننگ دی. وہ جوابا لاپروائی سے کندھے جھٹک کر آگے بڑھ گئے.

"ارمغان....." وہ احتجاجاً وہیں سے بولی پھر انکے پیچھے اندر کی جانب بڑھ گئی.

آجکل بڑی خوش نظر آرہی ہو. کیا بات ہے؟" وہ دونوں یونیورسٹی کے کیفیٹیریا میں بیٹھی ہوئی تھیں اور ایمن نے اسکا بات بے بات کھلکھلا کر ہنسنا نوٹ کر لیا تھا.

"بس یونہی." وہ کوک کا سپ لیتے ہوئی بولی.

"آہم کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے." ایمن نے بریانی کی پلیٹ اپنی جانب کھسکائی. "سر بھی آجکل ضرورت سے زیادہ خوش نظر آرہے ہیں".

زرنگار جوابا مسکراتی رہی.

"بتاؤ ناں.." ایمن نے اسے گھور کے دیکھا.

"وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں ایمن." وہ چہک کر بولی

"لو یہ تو ساری دنیا کو نظر آرہا ہے".

"میں بہت خوش ہوں بہت زیادہ".

"وہ بھی صاف ظاہر ہے." ایمن اب اسے چڑا رہی تھی.

"تو کیا مجھے خوش نہیں ہونا چاہیے"؟

"ضرور ہونا چاہیے. میں نے کب کہا کہ نہیں ہونا چاہیے." ایمن مسکرائی. "میں تو پہلے ہی کہتی تھی کہ سر ارمغان بہت اچھے ہیں. تم ہی انکی برائیاں بیان کرتی رہتی تھی".

"وہ شادی سے پہلے کی بات تھی." وہ منہ بنا کر بولی.

"اور شادی کے بعد یہاں منہ لٹکا کر کون بیٹھا ہوتا تھا.. میں "؟

"تب میں انکو جانتی ہی کہاں تھی"

"اب جانتی ہو"؟

"ہاں اور وہ ایک بہترین انسان ہیں. انکی وجہ سے میری زندگی نارمل ہوتی جا رہی ہے. حالانکہ میں انکے لائق بھی نہیں ہوں پھر بھی"...

"زری پلیز.. تم یہ کیوں سوچتی ہو کہ تم انکے لائق نہیں ہو." ایمن نے تیز لہجے میں اسکی بات کاٹی.

"کیونکہ یہی سچ ہے. ہمارے درمیان کچھ بھی مشترک نہیں ہے. لیکن انھوں نے مجھے نہایت اعلیٰ ظرفی کیساتھ اپنے گھر اور دل میں جگہ دی ہے. اور اتنے عرصے میں ایک لمحے کو بھی مجھے یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ میں ان سے کمتر ہوں." اسنے صاف گوئی سے انکی عظمت کا اعتراف کیا تھا.

"تم کسی سے کمتر نہیں ہو زری. تم یہ مت سوچا کرو" ایمن چند لمحوں بعد بولی.

"میں حقیقت پسندی کے ساتھ حالات کا جائزہ لیتی ہوں اور حقیقت یہی ہے کہ میں ارمغان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں. وہ ہر لحاظ سے پرفیکٹ ہیں"

"انسان پرفیکٹ نہیں ہوتے زری." ایمن دوبدو بولی.

"انسان' انسان ہی رہتا ہے فرشتہ نہیں بن سکتا. اور ارمغان ایک بہترین انسان ہیں." اسنے قطعیت سے کہا.

چند لمحے خاموشی سے گزر گئے.

"خیر ثابت ہوا کہ محبت کو ایک فیک جذبہ سمجھنے والی زر نگار احمد کے دل میں بھی آخر محبت نے ڈیرہ جما ہی لیا." ایمن نے خوشگوار لہجے میں کہا. وہ جواباً دل سے مسکرائی تھی.

کسی مانوس لمحے میں کسی مانوس چہرے سے
محبت کی نہیں جاتی محبت ہو ہی جاتی ہے

دھرتی پہ خزاں نے اپنے قدم جمائے تھے. درختوں پر بے لباسی کا موسم آن ٹھہرا تھا. ٹھنڈی دھوپ یخ بستہ ہواؤں سے لڑنے سے قاصر تھی. ان سرد اور اداس شاموں میں اپنے گھر کے برآمدے کے پلر سے ٹک کر ارمغان کی سنگت میں گرما گرم کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے یا ٹھنڈی یخ دھوپ میں لان کی کرسیوں پہ بیٹھ کر حالاتِ حاضرہ پہ ڈسکس کرتے ہوئے اور انکے ھاتھوں میں ھاتھ دیئے اسلام آباد کی سڑکوں پہ دور تلک چلتے ہوئے اسکا دل اس ٹھٹھرتی رُت میں بھی بے حد مسرور تھا. یہ خزاں بھی اسے بہار کی مانند لگتی تھی. زرد پتوں میں خوش رنگ پھولوں کی دلکشی جھلکتی نظر آتی... آج سے پہلے کبھی اسنے موسموں کے تغیر میں اتنی انفرادیت نہ دیکھی تھی. ارمغان کی محبت توجہ اور انکے بھرپور ساتھ نے اسکو جیسے سرتاپا بدل کر رکھ دیا تھا. اپنی پچیس سالہ زندگی میں پہلی بار زر نگار احمد نے اس دنیا کو ایک بالکل ہی نئی نظر سے دیکھا تھا اور وہ نظر اس محبت کی تھی جو دن بہ دن ان دونوں کے دلوں میں پروان چڑھ رہی تھی.

"To someone special, who is nearest to my soul."

کچھ دیر قبل کوریئر سے موصول ہونے والے مہکتے سرخ گلابوں کے بکے کو دیکھ کر وہ جتنی حیران ہوئی تھی. کارڈ کے لفافے پہ لکھے الفاظ نے اسکی حیرت میں مزید اضافہ کیا تھا. اس نے تیزی سے لفافہ کھول کر کارڈ باھر نکالا.

"Happy birthday to my precious wife.

From your's

Armaghan".

خوشنما کارڈ پہ انتہائی خوبصورت ہینڈ رائٹنگ سے لکھے گئے یہ چند الفاظ اسے سرشار کر گئے تھے. وہ سوچ بھی نہ سکتی تھی کی جس دن کو اس نے کبھی اہمیت تک نہ دی تھی. اس دن کو ارمغان اتنی محبت سے یاد رکھیں گے. اسنے بکے اٹھا کر گلابوں کی مہک اپنے اندر اتاری پھر کچھ سوچ کر اپنا سیل فون اٹھایا اور ارمغان کے نمبر پہ شکریے کا پیغام بھیج دیا. چند ثانیے بعد انکا جوابی پیغام موصول ہوا تھا.

"شکرے کی فارمیلیٹی غیروں میں ہوتی ہے. شام میں تیار رہنا آج تم میری طرف سے ڈنر پہ انوائیٹڈ ہو. سی یو سون.. لویو".

انکا میسیج پڑھ کر اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بزی ہیں مگر وہ خود کو "لو یو ٹو" کا جوابی پیغام ارسال کرنے سے روک نہ پائی تھی.

سیاہ رنگ کی خوبصورت ساڑھی میں ملبوس رات کی مناسبت سے کیئے گئے میک اپ اور ہلکی پھلکی جیولری کے ساتھ اسنے اپنے جدید اسٹائل میں کٹے بالوں کو شانوں پہ کھلا چھوڑ دیا تھا. اسکی تیاری مکمل ہو گئی تھی اور وہ نجانے کتنی ہی بار گھوم گھوم کر آئینے میں اپنا جائزہ لے چکی تھی. آئینے نے کئی بار گواہی دی تھی کہ وہ حسین نظر آ رہی تھی. مگر وہ تو جیسے اپنی تیاری سے مطمئن ہی نہ ہو پا رہی تھی. شام کے سات بجے ارمغان کی گاڑی کا ہارن بجا تو وہ ساڑھی کا آنچل سنبھالتی مین ڈور تک بھاگی. ارمغان کے کال بیل پر انگلی رکھنے سے قبل ہی اس نے دروازہ کھول دیا تھا.

"اسلام علیکم!" وہ چمکتی مسکراہٹ کے ساتھ اندر آئے.

"وعلیکم سلام!" وہ بھی جواباً مسکرائی.

"آئی تھنک.. میں کسی اور کے گھر آ گیا ہوں... یا پھر میری بیوی بدل گئی ہے." وہ متبسم نظروں سے اسکی تیاری کا جائزہ لیتے ہوئے بولے.

"گھر بھی آپکا ہے اور بیوی بھی آپکی ہے" اس نے انکا لیپ ٹاپ انکے ھاتھ سے لیا.

"مجھے یقین نہیں آرہا." وہ شرارت بھری مسکراہٹ کے ساتھ بولے.

"ارمغان.. میں اتنی محنت سے تیار ہوئی ہوں اتنا نہیں ہوا کہ ذرا سی تعریف کر دیں." وہ منہ بنا کر بولی.

"ارمغان ہنسنے لگے. "اب کچھ کچھ لگ رہا ہے کہ یہ میری ہی زرنگار ہے کیونکہ ایسا منہ تو وہ ہی بناتی ہے." وہ مذاق کے موڈ میں تھے. زرنگار نے انکو غصے سے گھورا

"غصہ نہیں کرو یار.. کر دیتا ہوں تعریف." انھوں نے احسان کرنے کے سے انداز میں کہا.

"جی نہیں شکریہ. جائیں تیار ہو جائیں. آپکے کپڑے پریس کر دیئے تھے میں نے." اس نے فوراً حکم جھاڑا تو وہ اس مہربانی پہ اسکا شکریہ ادا کرتے ہوئے ڈریسنگ روم کی جانب بڑھ گئے.

اور پھر وہ شام اسکی زندگی کی سب سے خوبصورت شام بن گئی. ڈنر کے بعد ارمغان نے ایک نازک سا طلائی بریسلٹ اسکی کلائی میں پہنایا تو اسے اپنی زندگی کے اس موڑ پر خواب کا سا گماں ہونے لگا. ڈنر کے بعد لانگ ڈرائیو.. ارمغان کی دلچسپ باتیں انکی محبت اور سب سے بڑھ کر انکی چھا جانے والی پرسنالٹی.. وہ جیسے خواب کے سفر میں تھی.

شب.. شام سے بھی زیادہ فسوں خیز تھی... پورے چاند کی رات....

اپنے ہمسفر کے شانے پہ سر رکھ کر پوری آب و تاب سے چمکتے مہتاب کو تکتے ہوئے زرنگار نے سوچا تھا کیا زندگی میں اس سے بھی حسین لمحات آسکتے ہیں... دل نے نفی میں جواب دیا تھا.. اسے بس ان لمحوں کو جی بھر کر جی لینا تھا.

اسکے ایگزامز شروع ہونے والے تھے. اسلئے وہ دلجمعی کے ساتھ پڑھائی میں مصروف ہو گئی تھی. لیکن وہ یہ نوٹ کئے بغیر نہیں رہ سکی تھی کہ ارمغان اکثر دیر سے گھر آنے لگے تھے. وہ پچھلے کئی دنوں سے رات گئے تک گھر لوٹتے اور رات کا بقیہ حصہ اسٹڈی روم میں گزار دیا کرتے. صبح اسکے جاگنے سے پہلے ہی وہ گھر سے چلے جاتے تھے. وہ کیونکہ آجکل یونیورسٹی نہیں جا رہی تھی اسلئیے ان سے ملاقات برائے نام ہی ہو پاتی تھی. اس نے ایک دو بار پوچھا بھی مگر وہ ٹال گئے تھے. وہ اس وقت انہی کے متعلق ہی سوچ رہی تھی. جب اسکے موبائل کی میسیج ٹون بجی. اسنے چونک کر موبائل اٹھایا.

"میرا رشتہ پکا ہو گیا ہے." ایمن کا میسیج پڑھ کر وہ خوشگوار حیرت میں گھر گئی. اور پھر کچھ ھی دیر بعد وہ اسکے گھر میں اسکے کمرے میں بیٹھی اس سے تمام تفصیلات جاننے کے لیئے بے چین تھی.

"فورتھ سمسٹر والے عمر شہزاد کو جانتی ہو ناں ؟" ایمن نے اس سے پوچھا.

"ہاں ہاں ارمغان کے فیورٹ اسٹوڈنٹ ہیں وہ".

"انھوں نے کچھ دن پہلے مجھے پروپوز کیا تھا کچھ دن قبل. میں نے انکو کہا کہ اس بات کا فیصلہ میرے پیرنٹس کرینگے تو انھوں نے باقاعدہ رشتہ بھیج دیا اور یوں بات پکی ہو گئی. "ایمن نے اسے تفصیل بتائی.

"ارے کتنی گھنی ہو تم. مجھے ہوا تک نہ لگنے دی کسی بات کی. "اس نے تکیہ اٹھا کر اسے کھینچ مارا تھا.

"تو کیسے بتاتی تم نے تو آج ایک ہفتے بعد شکل دکھائی ہے "ایمن نے بھی جوابا شکوہ کیا. مگر وہ اس بات کی پرواہ کیے بغیر اسے کوسنے لگی. ایمن سن کر ہنستی رہی. کچھ دیر بعد زرنگار کا دل ٹھنڈا ہوا تو بولی "اب چائے پلواؤ مجھے "ایمن ہنستے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی.

"مٹھائی بھی لاؤں. "وہ دل جلانے والی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھ رہی تھی.

"جی ہاں بالکل. "زرنگار نے مصنوعی غصے سے اسے گھورا تھا.

"ایمن کی بات پکی ہو گئی ہے. "آج خلافِ معمول ارمغان ڈنر پہ موجود تھے تو اس نے تازہ ترین خبر انکے گوش گزار کر دی.

"ویری گڈ "انھوں نے خوشی کا اظہار کیا تھا.

"آپ کے فیورٹ اسٹوڈنٹ عمر شہزاد کے ساتھ رشتہ طے ہوا ہے اسکا. "اسنے خبر کا بقیہ حصہ بھی انھیں بتا دیا.

"بہت اچھی بات ہے "انھوں نے ابھی بھی خوشی کا ہی اظہار کیا تھا مگر انکے چہرے پہ صرف اور صرف تھکن کے آثار تھے.

"میں سوچ رہی ہوں کہ کسی دن دونوں کو ڈنر پہ انوائیٹ کر لوں. "اس نے پر سوچ انداز میں کہا تھا.

"ضرور انوائیٹ کرو".

"کب بلاؤں".

"جب تمہیں مناسب لگے"

"کل سے تو پیپر شروع ہو رہے ہیں... آئی تھنک پیپرز کے بعد ٹھیک رہے گا. صحیح ہے ناں ؟" اس نے پلان ترتیب دیکر ارمغان سے پوچھا.

"تمہاری مرضی "وہ کھانا ختم کر چکے تھے

"لیکن آپ بھی تو گھر پہ ہوں ناں اس دن".

"دیکھا جائے گا" انھوں نے نیپکین سے ھاتھ صاف کرتے ہوئے کہا۔ "میں اسٹڈی روم میں ہوں. ڈسٹرب نہ کرنا." وہ کرسی سے اٹھتے ہوئے بولے تھے. وہ کچھ نہ بولی. وہ ڈائننگ روم سے باہر نکل گئے تھے. وہ کھانے کے برتن سمیٹ کر سونے چلی گئی.

اگلا پورا ہفتہ وہ ایگزامز میں مصروف رہی مگر ارمغان کی روٹین اسکی نظر میں تھی. وہ دن بہ دن اس سے بے پرواہ ہوتے چلے جارہے تھے. گھر پر بھی ہوتے تو زیادہ تر وقت اسٹڈی روم میں گزارتے اور ڈسٹرب نہ کرنا کی ھدایت بھی جاری کیے رکھتے. وہ انکی اس خاموشی سے اب الجھنے لگی تھی. جیسے تیسے پیپر ختم ہوئے تو اسنے ارمغان سے بات کرنے کی ٹھانی. اور اسے اس شام کو ہی موقع بھی مل گیا تھا. وہ آج جلدی گھر آگئے تھے اور ابھی چائے پی رہے تھے کہ اسنے انکو جالیا تھا.

"ارمغان آپ ہر وقت اتنے مصروف کیوں رہتے ہیں؟" وہ بالکل انکے سامنے آبیٹھی تھی.

"ہوں کچھ کام ہوتے ہیں." وہ سنجیدہ نظر آرہے تھے.

"ایسی کیا مصروفیت ہے." اسنے پوچھا تھا.

"کچھ نہیں".

"بتائیں ناں." اس نے اصرار کیا.

"زرنگار..." انھوں نے تنبیہہ کرنے والے انداز میں اسے دیکھا.

"کیا آپ مجھ سے خفا ہیں"؟

"ایسا کچھ نہیں".

"مجھ سے کچھ غلطی ہوگئی کیا"؟

"زرنگار میں نے کہاناں کہ کچھ نہیں ہوا تو کیوں آپ اصرار کررہی ہیں؟" ابکی بار انکے لہجے میں اجنبیت تھی. وہ چپ چاپ انکے پاس سے اٹھ گئی تھی.

خامشی اچھی نہیں انکار ہونا چاہیے

اور یہ تماشا اب سر بازار ہونا چاہیے

"ارمغان آپکو کیا ہوتا جارہا ہے"؟

"کیا ہوتا جارہا ہے؟" سنجیدہ سا انداز

"آپ مجھ سے بات کیوں نہیں کرتے"

"کیا بات کروں"؟

"ارمغان پلیز.. کیا ہو گیا ہے آپکو." وہ جھنجھلا گئی.

"کچھ نہیں ہوا".

"کیا اب آپکو مجھ سے محبت نہیں رہی"؟

"میں نے ایسا کب کہا"

"کہا نہیں لیکن اپنے رویے سے یہ ثابت تو کر رہے ہیں ناں".

"تم رویے کب سے سمجھنے لگی ہو زرنگار." انکا لہجہ بہت عجیب سا تھا.

"میں سب سمجھتی ہوں".

"تم کچھ نہیں سمجھتی زرنگار." انھوں نے تاسف سے نفی میں سر ہلایا.

"آپ کھل کر بات کیوں نہیں کرتے؟" وہ اب کی بار ذرا اونچی آواز میں بولی تھی.

"کیا بات کروں کھل کر جب کوئی بات ہی نہیں ہے".

"آپ کیوں کر رہے ہیں ایسا میرے ساتھ ارمغان. اتنی بے اعتنائی کیوں برت رہے ہیں میرے ساتھ." وہ جیسے تھک ہار کر بولی تھی.

"انسان ہر وقت ایک جیسا نہیں رہتا زرنگار." انکے لہجے میں سکون تھا.

"مگر میں تو ہمیشہ ایک جیسی رہتی ہوں".

"ہر کوئی تمہاری طرح بیوقوف نہیں ہوتا." انکا لہجہ سرد تھا. وہ کتنے اجنبی نظر آرہے تھے. وہ اپنی بات کہہ کر کمرے سے چلے گئے تھے. زرنگار خالی ھاتھ بیٹھی رہ گئی تھی.

محبت ہو بھی جائے تو

میرا یہ بخت ایسا ہے

جہاں پر ھاتھ میں رکھ دوں

وہاں پر درد بڑھ جائے

محبت سرد پڑ جائے

اپنے کمرے میں وہ بالکل خاموش بیٹھی تھی. ارمغان کی بے اعتنائی نے اسکے اعتماد کو بڑا گہرا دھچکا لگایا تھا. وہ جیسے پھر سے وہی زر نگار بن گئی تھی. بے اعتباریوں میں گھری دنیا سے ڈرنے والی محبت سے متنفر...

ارمغان نے اسکو محبت کے آسمان پہ لے جاکر ایسے دھکیلا تھا کہ وہ منہ کے بل نا امیدیوں کی گہری کھائیوں میں گرتی چلی جا رہی تھی. اس کو بدنامی کی پستیوں سے بچانے والے ارمغان نے اسکے اعتماد کا بڑی بے دردی سے خون کیا تھا. وہ بیچ منجدھار میں تھی. نہ آگے جانے کا رستہ تھا اور پیچھے پلٹنے کا تو اب سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا. اس نے تھک کر اپنا سر گھٹنوں پہ رکھ لیا.

ایسا حقیقتوں سے تصادم ہوا کہ پھر

میں تو بچ گیا میرے خواب مر گئے

"مجھے تم سے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے زری" آج کئی ماہ بعد فائزہ نے اس سے رابطہ کیا تھا.

"جی ممی کہیئے".

"زری تمہارا شوہر میرے لیئے پرابلمز کری ایٹ کر رہا ہے." انکی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی تھی

"کیا مطلب ممی میں سمجھی نہیں" وہ حیران ہوئی تھی.

"زری ریحان نے تمہیں ایڈاپٹ کیا تھا یہ بات مجھے تو معلوم نہیں تھی ناں. لیکن تمہارا شوہر سمجھتا ہے کہ میں نے تمہارے خلاف کوئی سازش کی ہے".

"سازش..." وہ بس اتنا کہہ سکی.

"ہاں اور وہ سمجھتا ہے کہ میں نے تمہیں تمہارے باپ کی جائیداد سے محروم کرنے کیلیئے کوئی گھپلا کیا" فائزہ کی باتیں اسے حیرت میں مبتلا کر رہی تھیں.

"مگر.. ممی مجھے کچھ بھی نہیں پتہ. بلیو می."

"آئی نو.. تم بہت معصوم ہو زر نگار.. کوئی بھی تمہیں بے وقوف بنا سکتا ہے. وہ بھی تمہاری معصومیت کا فائدہ اٹھا رہا ہے. تمہیں اندھیرے میں رکھ کر تمہارے نام پر فراڈ سے میرے بچوں کا حق چھیننا چاہتا ہے."

"مگر میرا تو کوئی حق ہی نہیں ڈیڈی کی جائیداد پر"

"یہی تو بات ہے مگر تمہارا شوہر مجھے دھمکا رہا ہے. قانونی چارہ جوئی کرنے کی دھمکی دے رہا ہے."

"واٹ.." وہ ششدر رہ گئی.

"ہاں زری.. تم اس سے بات مت کرنا. میں کل تم سے ملنا چاہتی ہوں. پھر تفصیل سے بات کرینگے".

"ٹھیک ہے ممی جہاں آپ کہیں گی میں آجاؤنگی".

"میں کل صبح تمہیں ٹیکسٹ کر دونگی"

"ٹھیک ہے ممی اللہ حافظ".

"بائے." دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے پر اسنے موبائل سائیڈ پہ رکھ دیا. اسکے چہرے پہ الجھن تھی.

"زری تم تو جانتی ہو کہ تمہارے ایڈاپٹڈ چائلڈ ہونے سے میں بھی تمہاری ہی طرح لاعلم تھی ریحان نے مجھے بھی کبھی کچھ نہیں بتایا تھا. میں لاکھ بری سہی نگار لیکن میں نے تم سے نفرت کبھی نہیں کی. تم سے تمہارا حق چھیننے کا تو میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی. مگر ریحان کی وصیت کے سامنے میں مجبور تھی پھر بھی مجھ سے جو ہو سکا میں نے کیا. خاندان بھر میں کسی کو پتہ نہیں لگنے دیا. تمہیں گھر سے نہ نکالا تمہیں عزت سے رخصت کیا. تمہاری شادی کے روز وکیل صاحب نے جو کیا اسمیں میرا تو کوئی فالٹ نہیں تھا اب میں کسی کی زبان تو نہیں روک سکتی. مگر تمہارا شوہر سمجھتا ہے کہ میں نے زاھد صاحب کے ساتھ مل کر یہ سازش کی تھی صرف ساری جائیداد ہتھیانے کیلیئے." فائزہ اپنے مخصوص مہذب انداز میں اس سے مخاطب تھیں. اور ہر ہر جملے پہ اسکا سر شرمندگی سے جھکتا چلا جا رہا تھا. وہ دونوں ایک چھوٹے سے ریسٹورنٹ میں آمنے سامنے بیٹھی ہوئی تھیں. انکے سامنے رکھی چائے کی پیالیوں سے بھاپ اڑ رہی تھی. صبح کے دس بجے کا عمل تھا اس لیئے ریسٹورنٹ میں اکا دکا میزیں ہی آباد تھیں.

"تم بہت معصوم ہو زری اس شخص نے تم سے شادی ہی اس لیئے کی تھی کہ بعد میں مجھے بلیک میل کر کے پیسہ اینٹھ سکے. دیکھو نگار میں تمہارا گھر بچانے کیلیئے جائیداد میں سے حصہ دے بھی دوں اپنے بچوں کا حق مار بھی لوں لیکن سوال یہ ہے کہ کیا گارنٹی ہے کہ اس کے بعد بھی وہ شخص

اور اپنے جوتے اتارنے لگے. زر نگار چہرا اٹھا کر انہیں دیکھنے لگی. اسکی آنکھیں بالکل خشک تھیں. چہرا بے تاثر تھا. ارمغان جوتے اتار کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی کلائی پہ بندھی گھڑی اتارنے لگے. وہ ایک ٹک انہیں دیکھے جا رہی تھی. وہ اسکی نظروں کا ارتکاز محسوس کر رہے تھے اور اب انکے چہرے پہ الجھن کے آثار نظر آنے لگے تھے. مگر وہ کچھ بھی کہے بناء ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئے

"لالچ کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا ناں ارمغان." اسکی سنجیدہ سی آواز پر وہ پلٹے. وہ ابھی بھی اسی پوزیشن میں بیٹھی ہوئی تھی. وہ اسکی پشت کو گھور رہے تھے. "کیا مطلب".

"اعتبار کا قتل کر دینا بہت آسان ہوتا ہے ناں ارمغان" وہ جواب دینے کی بجائے اسی لہجے میں بولی تھی. ارمغان کی آنکھوں میں الجھن تھی. "کیا کہہ رہی ہو تم"

"کیوں کیا آپ نے ایسا ارمغان" وہ اچانک اٹھ کر انکی طرف پلٹی تھی. اسکے لہجے میں ٹوٹے کانچ کی سی چبھن تھی.

"کیا کیا ہے میں نے؟" انھوں نے حیرت آمیز لہجے میں پوچھا تھا.

"آپ نے مجھ سے میرے جینے کی وجہ چھین لی ہے ارمغان. مجھے کنگال کر دیا ہے" وہ درد سے چلائی تھی.

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو.. مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا".

"کس چیز کی کمی تھی آپکے پاس جس کیلیئے آپ نے ممی کو بلیک میل کرنے کا پلان ترتیب دیا. آخر کیا کمی ہے آپکی زندگی میں." وہ چلا رہی تھی. درد سے.... اذیت سے..

"ایک کانفیڈنٹ لائف پارٹنر کی کمی ہے میری زندگی میں." وہ اس سے بڑھ کر چلائے تھے.

"اوہ تو آپ مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں." وہ تیز لہجے میں بولی.

"تم اس سے زیادہ کچھ سوچ بھی نہیں سکتی. اور اچھا ہوا کہ مسز فائزہ نے خود ہی تمہیں اعتماد میں لے لیا. میں یہی چاہتا تھا." ارمغان کے لہجے میں تنفر تھا.

"ہاں انھوں نے مجھے اعتماد میں لیا ہے کیونکہ وہ میرے ساتھ مخلص ہیں. اور میں آپکو بتا دینا چاہتی ہوں ارمغان صاحب کہ میں اپنی محسنہ کو تکلیف دینے کا سوچ بھی نہیں سکتی. کیونکہ میں احسان فراموش نہیں ہوں." اسنے ھاتھ اٹھا کر دوٹوک انداز میں کہا تھا.

"احسان..." ارمغان کے لہجے میں استہزاء تھا. "واقعی بہت احسان ہیں اسکے تم پر. تمہارے معصوم بچپن کو باپ کی شفقت سے محروم کر دیا. تمہیں نفسیاتی مریض بنا دیا.. تمہاری عزتِ نفس کو کچل دیا. تمہیں ذہنی بیچارگی میں مبتلا کر دیا.. تمہیں اس دنیا میں مس فٹ بنا دیا. تم سے تمہارا شرعی و

قانونی حق تمہارے باپ کا نام تک چھین لیا... واللہ کتنے بڑے بڑے احسانات کیے ہیں ان عظیم خاتون نے تم پر"...

"میرا ڈیڈی پہ کوئی شرعی و قانونی حق نہیں ہے. میں انکی بیٹی نہیں ہوں" وہ زور سے چلا اٹھی.

"کیا ثبوت ہے اس بات کا کہ تم انکی بیٹی نہیں ہو؟" وہ دوبدو بولے.

"انکی وصیت ایک واضح ثبوت ہے"

"وصیت جعلی بھی تیار کروائی جا سکتی ہے. تمہارے ڈیڈی کی اصلی وصیت تلف کر کے نقلی وصیت نامہ تیار کروایا گیا تھا. اور اس نیک کام میں تمہاری عظیم ممی کے ساتھ اور بھی کچھ عظیم لوگ شریک ہوئے تھے." وہ ڈریسنگ ٹیبل کے پاس سے ہٹ کر صوفے پہ جا بیٹھے تھے.

"میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ آپ صرف پیسے کیلیئے اپنے معیار سے اتنا گر جائینگے." اس نے تاسف سے کہا.

"میں نہیں تمہاری عظیم ممی پیسے کی خاطر اپنے انسانیت کے معیار سے گری ہیں زر نگار لوگوں کو پہچاننا سیکھو" انھوں نے شہادت کی انگلی اٹھا کر اسے تنبیہہ کی.

"اب میں لوگوں کو پہچاننا بہت اچھے طریقے سے سیکھ گئی ہوں. آپ نے مجھ سے شادی صرف دولت ہتھیانے کیلیئے کی تھی." وہ فائزہ کے کہے گئے جملے دہرا رہی تھی.

"جسٹ شٹ اپ... میرے پاس اپنی دولت بہت ہے. یہ سب میں صرف تمہیں تمہارا حق دلوانے کیلیئے کر رہا ہوں." انھوں نے انتہائی خشک لہجے میں کہا.

"جب میرا کوئی حق ہی نہیں تو آپ کس چیز کیلیئے اتنی جدوجہد کر رہے ہیں. میں نہیں ہوں ریحان احمد کی بیٹی.. لاوارث ہوں میں..." وہ ہسٹریک انداز میں چلائی تھی.

"افسوس زر نگار کہ تمہاری عظمت کی پیکر ممی نے تمہیں ذہنی بیچارگی میں مبتلا کرنے کیلیئے جو چال چلی تھی تم اسکی مکمل طور پر شکار ہو گئی." انھوں نے تاسف سے سر ہلا کر کہا." تمہیں آج تک انسانوں کو پہچاننا ہی نہ آسکا.. سنو زر نگار احمد مجھے دولت پیسے سے کوئی غرض نہیں. میرا مین کنسرن صرف تمہیں تمہارا حق دلوانا ہے.. وہ جائیداد تمہارے باپ کی ہے. اس پہ تمہارا حق ہے. اور تمہارے باپ کے نام کا فخر تمہاری اصل پہچان ہے. یہ سب تمہیں اللہ نے دیا ہے جو تم سے کوئی نہیں چھین سکتا".

"لیکن میں انکی بیٹی نہیں ہوں. میں لاوارث ہوں. اور آپکی کسی بات پر مجھے بلکل اعتبار نہیں رہا. آپ نے میرے ساتھ وہی کیا جو ڈیڈی نے کیا تھا. اتنا اعتماد اور محبت دینے کے بعد مجھے سارے زمانے کے آگے رسوا کر گئے تھے وہ. اور آپ بھی یہی کرنے جا رہے ہیں. آپ دونوں سے اچھی تو ممی

ہیں جو آپ دونوں کیطرح منافق تو نہیں۔" وہ بری طرح روتے ہوئے بول رہی تھی۔ ارمغان دکھ سے اسکی جانب دیکھ رہے تھے۔

"زرنگار! انکل آؤ اس خود ساختہ بیچارگی سے۔ نہیں تو سب کچھ کھو دو گی۔" وہ ازحد سنجیدہ نظر آرہے تھے۔

"میرے پاس کھونے کیلیئے کچھ بچا ہی نہیں.. اور میں جا رہی ہوں۔ مجھے عدالتی چکروں میں نہیں پڑنا اور نہ ہی کوئی ڈی این اے ٹیسٹ کروانا ہے۔ میں وہیں جا رہی ہوں جہاں سے آئی تھی.. وہی گھر میرا اصل ٹھکانہ اور ممی میری سچی ہمدرد ہیں۔" وہ فیصلہ کر چکی تھی"۔

"میں تمہیں نہیں روکوں گا زرنگار.. تم نے مجھے بہت دکھ دیا ہے۔ میری محبت کا بڑی بیدردی سے مذاق اڑایا ہے تم نے۔" وہ دکھ بھرے لہجے میں کہہ رہے تھے۔ ڈارک براؤن آنکھیں ضبط سے لال ہو رہی تھیں..

زرنگار نے ایک لحظہ کو بھی رک کر اپنے محبوب شوہر کی آنکھوں میں لکھی کرب کی تحریر کو پڑھنے کی کوشش نہ کی تھی.. وہ اپنا موبائل اور بیگ اٹھا کر گھر سے نکل آئی تھی اور مین روڈ سے ٹیکسی لیکر ریحان ولا کیطرف روانہ ہو گئی۔

گزشتہ امتوں کی انتہا سے ڈر نہیں لگتا
یہ کیسے لوگ ہیں جنکو خدا سے ڈر نہیں لگتا

جس وقت ٹیکسی ریحان ولا کے سامنے رکی' آسمان پہ بادل منڈلا رہے تھے۔ ہوا ہولے ہولے چل رہی تھی۔ ایسے لگتا تھا کہ آج بارش ضرور ہو گی۔ وہ کرایہ ادا کر کے ٹیکسی سے اتر آئی۔ خلاف معمول ریحان ولا کا قدِ آدم گیٹ کھلا ہوا تھا اور چوکیدار بھی موجود نہ تھا۔ وہ پتھریلی روش پہ قدم اٹھاتی برآمدے تک آئی۔ تذبذب کے عالم میں اسنے برآمدے کے اسٹیپس طے کیئے اور مین ڈور کی ناب پہ ہاتھ رکھا۔ اس کے ھاتھ کا دباؤ پڑتے ہی دروازہ بے آواز کھلتا چلا گیا تھا۔ وہ نجانے کیوں بہت محتاط انداز میں دبے قدموں اندر داخل ہوئی تھی۔ طویل راہداری میں اندھیرا تھا مگر راہداری کے آخری سرے پہ لاؤنج کے دروازے کی درزوں سے ہلکی ہلکی روشنی چھن چھن کر باھر آ رہی تھی۔ وہ پھونک پھونک کر قدم اٹھاتی لاؤنج کے دروازے تک آئی۔ دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا اور اندر سے باتوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اسنے دروازے کی جھری سے اندر جھانکا۔ کمرے کا منظر بڑا واضح تھا۔ سامنے بڑے صوفے پر زاھد شکیل (ریحان احمد کے لیگل ایڈوائزر) اور طارق صاحب براجمان تھے۔ علی فلور کشن پہ بیٹھا ہوا تھا جبکہ حمدان فائزہ کے ساتھ کاؤچ پہ براجمان تھا۔ درمیان میں رکھی میز پر پر تکلف سی چائے کے لوازمات سجے ہوئے تھے۔ اوہ سب باتیں کر رہے تھے۔ اور اب انکی آوازیں واضح تھیں۔

"یہ ارمغان تو جان کو آگیا ہے" طارق صاحب کے منہ سے نکلنے والے الفاظ سن کر وہ اندر جانے کا ارادہ ترک کر کے رک گئی۔ اسکا رواں رواں اگلے

جملے کا منتظر تھا۔
"اب اسکی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے طارق صاحب۔ میں نے زرنگار کو پکا کر لیا ہے اب وہ خود ہی نمٹ لے گی ارمغان سے۔" اگلا جملہ فائزہ کی جانب سے آیا تھا۔ اسنے دیوار پہ ھاتھ ٹکا دیا۔ نظریں کمرے کے اندر کے منظر پہ جمی تھیں۔
"وہ زرنگار کی طرح بیوقوف نہیں ہے۔ قانون کی بہت اچھی طرح سمجھ ہے اسکو اور اسکا وکیل بہت ہی قابل ہے۔" زاھد شکیل بولا۔ "اگر معاملہ کورٹ تک گیا تو عدالت سب سے پہلے ڈی این اے ٹیسٹ کا حکم دیگی اور پھر آپ جانتی ہیں کہ کیا ہو گا"۔
"پیسے سے سب کچھ خریدا جا سکتا ہے زاھد ڈیئر۔ تمہیں بھی تو پیسے سے ہی خریدا تھا میں نے۔" فائزہ کے لب ولہجے پہ زرنگار پر جیسے حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔۔ بالکل اوباش عورتوں کا سا لہجہ تھا۔
"ارمغان کا وکیل میرے جیسا نہیں ہے۔ وہ اسکا بچپن کا دوست ہے۔ بہت مخلص ہے وہ اپنے دوست کے ساتھ" زاھد نے اسے آگاہ کیا تھا۔
"تم بھی تو ریحان کے پرانے ساتھی تھے۔ زاھد ڈیئر پیسہ سب سے بڑی قوت ہوتی ہے" فائزہ نے دوبدو جواب دیا۔
"ارے فائزہ جی آپ تو وہ قوت ہیں جس کے سامنے پیسہ بھی ہیچ ہے۔ اپکی جانب تو دل خود بخود کھنچتا ہے۔ لیکن پلیز فی الحال اس بحث کو چھوڑیئے اور معاملے کی بات کریں۔" طارق جلدی سے بولا۔
"میں نے تم لوگوں کی پے منٹ میں کبھی تاخیر نہیں کی۔ اس بار بھی مطمئن رہو چیک بالکل وقت پر مل جائے گا لیکن کام بالکل پرفیکٹ ہونا چاہیئے میرے بیٹوں کی جائیداد میں سے اگر ایک پیسہ بھی اس گھٹیا لڑکی کو ملا تو میں تم دونوں کو کوڑی کوڑی کا محتاج کر دونگی۔" فائزہ کے لہجے میں بڑی سفاکیت تھی۔ زرنگار کی ٹانگیں کپکپانے لگیں۔
آپ بے فکر رہیئے۔" زاھد شکیل نے کہا۔
"ممی آپ نے اس نگار کو زہر کیوں نہیں دیدیا تھا۔ آپکو کئی بار چانس ملا ہو گا۔ پاپا تو اسے منہ بھی نہیں لگاتے تھے پھر آپ نے اسکا کا تمام کیوں نہ کر دیا تھا۔ جان ہی چھوٹ جاتی اس چڑیل سے اور ساری جائیداد بھی آرام سے ہمیں مل جاتی۔" یہ علی تھا۔۔ اسکا منا سا بھائی۔۔ جس کی بڑی بڑی روشن سیاہ آنکھیں بالکل ڈیڈی جیسی تھیں۔۔ اور زرنگار ان آنکھوں پہ مرتی تھی۔
"بس یہی غلطی ہو گئی تھی مجھ سے۔ اصل میں مَیں بزنس کنٹرول کرنے میں اتنی مصروف ہوئی تھی کی دھیان ہی نہ رہا تھا زرنگار کا ورنہ اسکو جان سے مار دینا میرے لیئے کوئی مشکل کام نہ تھا۔" فائزہ اب کف افسوس مل رہی تھی۔ دیوار پہ رکھا زرنگار کا ھاتھ دھیرے دھیرے لرزنے لگا۔
"آپ نے اسکی شادی کا پلان بھی بڑی عقلمندی سے ترتیب دیا تھا۔ اگر عین وقت پر وہ ارمغان بیچ میں نہ آکودتا تو ساری زندگی در در کی ٹھوکریں کھاتی

وہ زر نگار۔ "طارق زہر خند لہجے میں بول رہا تھا۔ زر نگار سر تا پا لرز گئی۔

"وہ بڑا چالاک آدمی ہے۔ اس ساری سچویشن میں وہ بالکل ہیرو بن کر کودا تھا۔ میں بھی پریشر میں آگئی تھی مجھ سے غلطی یہ ہوئی تھی کہ ریحان کے کچھ رشتے داروں کو بھی بلایا ہوا تھا شادی میں اسلیئے مجھے اس وقت دنیاد کھاوے کو زر نگار کی شادی کروانا ہی پڑی تھی۔ لیکن میں اب سوچتی ہوں کہ مجھے کسی بھی صورت اس شادی پہ نہیں ماننا چاہیئے تھا۔" فائزہ کتنی صاف گو تھی... زر نگار کا دماغ شل ہونے لگا۔

"اینی وے ممی ہم تو جیت ہی چکے تھے۔ دشمن نے ہمیں غافل پا کر عقب سے حملہ کیا ہے۔ لیکن اب ہم ہوشیار ہیں اور کسی بھی صورت نہیں ہارینگے۔ ہم کسی بھی صورت یہ پرووکر کے رہینگے کہ زر نگار ہمارے ڈیڈی کی بیٹی نہیں ہے۔" حمدان نے بھی گفتگو میں حصہ لیا تھا۔

"لیکن ڈی این اے ٹیسٹ کی صورت میں.. "زاھد کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی۔

"زاھد انکل ممی کہتی ہیں کہ پیسے سے سب کچھ خریدا جاسکتا ہے۔ سو ہم ڈی این اے کی رپورٹ بدلوا لینگے۔ کیوں ممی" علی کے چہرے پہ کتنی شاطرانہ مسکراہٹ تھی۔ وہ اٹھارہ سال کا ایک معصوم سا لڑکا نہیں بلکہ ایک گھاک مرد نظر آرہا تھا۔

وہ ہکا بکا سی کھڑی تھی۔

"مجھے یقین ہے کہ عدالتی کاروائی شروع ہونے کی نوبت ہی نہیں آئیگی۔ کیونکہ میں زر نگار کو جانتی ہوں وہ احساس کمتری میں مبتلا ایک احمق ترین لڑکی ہے۔ وہ ارمغان کی کسی بات پہ اعتبار نہیں کریگی اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر یہاں چلی آئے گی اور پھر ہم جس طرح چاہینگے اسے استعمال کرینگے۔" فائزہ سفاکیت کی حد پہ تھیں۔

زر نگار کو مزید سننے کی حاجت نہ تھی۔

میرا ذکر پڑھنے والے

میرا راستہ نہ چن لیں

سرورق پہ بھی لکھنا

مجھے مات ہو گئی تھی

وہ ریحان ولا سے اسی خاموشی سے نکل آئی تھی جس خاموشی سے وہ وہاں آئی تھی۔ آسمان سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ہوا کی شدت میں تیزی آگئی تھی۔ وہ سمت کا تعین کیئے بغیر سڑک کنارے چلتی جارہی تھی۔ الیکٹرک پولز پہ لگے بلبوں کی زرد روشنی میں سارا ماحول سوگواریت میں ڈوبا ہوا معلوم

ہو رہا تھا. سڑک کنارے لگے درخت تیز ہوا سے ہل رہے تھے. وہ جیسے کوئی قیامت کی رات تھی... آگہی کی رات..
تیز ہوا کا شور ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے کئی جن بھوتوں کی ڈراؤنی سرگوشیاں ہوں... اسکی آنکھوں سے آنسو بہتے چلے جا رہے تھے.
"تمہیں انسانوں کی پہچان نہیں زرنگار." ارمغان کی آواز اسکا پیچھا کر رہی تھی. وہ ٹھیک کہتے تھے. اسے واقعی انسانوں کی پہچان نہ تھی.
وہ سڑک کنارے فٹ پاتھ پہ بیٹھ گئی. خشک پتے ہوا کے زور سے اسکے ارد گرد اڑ رہے تھے. گرد اسکی آنکھوں میں گھس رہی تھی. وہ اسماء اور ریحان کی پرنسز تھی... شہر کے بہت بڑے بزنس مین کی اکلوتی بیٹی.. وہ زرنگار احمد کیسی بدقسمت تھی..
"آپ نے اسے زہر کیوں نہیں دیا ممی." زرنگار کی نگاہوں میں وہ منظر پھر سے گھوم گیا... وہ اسکا پیارا سا بھائی.. اس سے کتنی نفرت کرتا تھا.
بارش شروع ہو گئی تھی مگر ہوا کے شور اور تیزی میں کمی نہ آئی تھی.
"آپ سب سے بہتر تو ممی ہیں. وہ آپ دونوں کیطرح منافق تو نہیں." اسکی سماعتوں میں اسکی اپنی آواز گونجی تھی.
"ممی نے مجھ پہ بہت احسان کئے ہیں".
"تمہارے معصوم بچپن کو باپ کی شفقت سے محروم کر دیا. تمہیں نفسیاتی مریض بنا دیا. تمہاری عزت نفس کو کچل دیا. تمہیں اس دنیا میں مس فٹ بنا دیا. واللہ کتنے بڑے بڑے احسان کیئے ہیں ناں تمہاری ممی نے تم پر." اسکے ارد گرد آوازیں ہی آوازیں تھیں. اسنے اپنا سر گھٹنوں پہ رکھ لیا. بارش تیزی سے برس رہی تھی. اور اسکا پورا وجود بھیگتا جا رہا تھا.
"تمہاری عظیم ممی پیسے کیلئے انسانیت کے معیار سے گری ہیں." زرنگار نے سسکی لی.
"پیسے سے سب کچھ خریدا جا سکتا ہے زاھد ڈیئر." اسکا بدن جھٹکے لے رہا تھا وہ بلند آواز سے رو رہی تھی. ہواؤں کا شور بڑھ گیا تھا.
"زرنگار.. زرنگار.." کوئی اسے پکار رہا تھا. وہ اس آواز کو لاکھوں میں پہچانتی تھی. وہ جانتی تھی وہ اسکا وہم ہے. وہ گھٹنوں میں سر دیے روتی رہی.
"زرنگار." ابکی بار اسکا کندھا ہلایا گیا تھا. اسنے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا. بارش اور آنسوؤں کی موٹی سی چادر کے اس پار وہ وہی تو تھے... "یہاں کیوں بیٹھی ہو تم.. کیا ہوا ہے؟" وہ سب کچھ بھلائے پریشانی سے پوچھ رہے تھے. زرنگار نے دیکھا کچھ فاصلے پہ انکی گاڑی بھی کھڑی تھی. وہ کچھ نہ بول سکی بس برستی آنکھوں سے انکی طرف دیکھتی رہی. "زرنگار." انھوں نے اسکا گال تھپتھپایا تھا. اور وہ بے اختیار ہی سسکتے ہوئے انکے سینے سے جا لگی تھی.
"مجھے اپنے ھاتھوں سے مار دیں ارمغان.. میں واقعی آپکے لائق نہیں ہوں." وہ بری طرح کرلا رہی تھی. ارمغان نے اسے بازوؤں کے حلقے میں لے لیا تھا. بارش زور و شور سے جاری تھی.

ارمغان نے اسکی ہربات تحمل سے سنی تھی اور اسے آرام کرنے کا کہہ کر کمرے سے چلے گئے تھے. انھوں نے اسے کوئی طعنہ نہ دیا تھا. کسی قسم کا طنز نہ کیا تھا. وہ اسکیلئے جیسے سرتاپا مہربانی تھے. وہ شرمندہ تھی کہ اسنے انکے خلوص پہ شک کیا تھا مگر ارمغان کے رویے سے ایسا ہرگز بھی ظاہر نہ ہوا تھا کہ وہ اس سے خفا ہیں. وہ مختلف سوچوں میں الجھی ہوئی سوگئی تھی. اگلی صبح اسکی آنکھ کھلی تو ارمغان کو یونیورسٹی جانے کیلئیے تیار ہوتے دیکھا. وہ کسلمندی سے اٹھ بیٹھی. ارمغان آئینے کے سامنے کھڑے ٹائی کی گرہ لگا رہے تھے.

"ارمغان" اسنے انہیں پکارا

'ہوں"

"آپ مجھ سے ناراض ہیں؟" اسنے جھجکتے ہوئے پوچھا

ٹائی کی گرہ لگاتے انکے ھاتھ ایک لمحے کو رکے تھے. "نہیں" ایک حرفی جواب دے کر وہ پھر سے اپنے کام کیطرف متوجہ ہوگئے.

"آپ ممی کو لیگل نوٹس بھجوائینگے"؟

"اٹس اپ ٹو یو. اگر تم چاہو گی تو ہی میں اس سلسلے کو آگے بڑھاؤنگا. اب میں نہیں چاہتا کہ تمہارے علم میں لائے بغیر کوئی بھی قدم اٹھاؤں." وہ آئینے کے سامنے سے ہٹ آئے تھے

"پتہ نہیں کیا کرنا چاہیئے." زرنگار نے بے بسی سے کہا.

"دیکھو زرنگار مسئلہ دولت جائیداد کا نہیں ہے ہمیں اللہ نے بہت کچھ عطا کیا ہے الحمدللہ. بات اصول کی ہے. ان سب نے تمہارے ساتھ فراڈ کیا ہے. ظلم کیا ہے. اور ظالم کے ظلم کو چپ چاپ برداشت کرنا بھی ظالم کی پشت پناہی کرنے کے مترادف ہے." انھوں نے ایک لمحے کو رک کر سنجیدہ لہجے میں کہا تھا. زرنگار نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا. اسے اب بہت کچھ سمجھ آنے لگا تھا. ارمغان اپنا لیپ ٹاپ بیگ میں رکھنے لگے.

"ارمغان. ہم کیس ضرور کرینگے. میں اپنی گم کردہ شناخت کو دوبارہ حاصل کرنے کیلئیے ضرور کوشش کرونگی." وہ پرعزم لہجے میں بولی تھی. ارمغان دھیرے سے مسکرائے تھے.

"اور تم ایسا کامیابی کے ساتھ کرسکتی ہو. شام کو ملاقات ہوتی ہے. اللہ حافظ" انھوں نے ہولے سے اسکا سر تھپتھپایا اور لیپ ٹاپ اٹھا کر کمرے سے چلے گئے. وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ بیٹھی رہی تھی.

ارمغان نے اسے اپنے دوست وکیل سے ملوایا تھا اور کیس کے مختلف پہلوؤں پہ گفتگو کے بعد وکیل نے اسکو یقین دلایا تھا کہ یہ ایک سیدھا سادا سا کیس تھا۔ ڈی این اے ٹیسٹ کے نتیجے نے ہی سب کچھ ثابت کر دینا تھا۔ پھر کیس شروع ہوا۔ پہلی پیشی پر ہی عدالت نے ڈی این اے ٹیسٹ کا حکم دیدیا تھا۔ اگلی تاریخ پندرہ دن کے بعد کی تھی۔ فائزہ نے ہر ممکن کوشش کی تھی کہ ڈی این اے کی رپورٹ میں گھپلا کیا جاسکے لیکن ارمغان کے ایک ایس پی دوست کی مدد سے وہ لوگ کوئی گھپلا نہ کر سکے تھے۔ فائزہ اپنی دانست میں رپورٹ بدلوا چکی تھیں لیکن ارمغان کے دوست نے ڈاکٹرز کو اچھی طرح سمجھا کر اصل رپورٹ ہی وکیل تک پہنچائی تھی

فائزہ اور اسکا وکیل مکمل دھوکے میں ہی تھے۔ زاھد کی فائل سے فیک ڈی این اے رپورٹ کب غائب ہوئی اور کب اسکی جگہ اصلی رپورٹ آئی تھی اسکے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہو سکی تھی۔ بہر حال اگلی پیشی پر ڈی این اے ٹیسٹ کی رپورٹ عدالت میں پیش کر دی گئی۔ جس کیمطابق زرنگار علی اور حمدان سگے بہن بھائی ثابت ہوئے تھے۔ اس انکشاف کیساتھ ہی فائزہ کے وکیل زاھد شکیل کا کردار بھی مشکوک ہو گیا تھا۔ کیونکہ وہ ریحان احمد مرحوم کا لیگل ایڈوائزر تھا اور انکی وصیت بھی اسی کے پاس تھی۔ لہٰذا عدالت نے فی الفور زاھد شکیل کو حراست میں لینے کا حکم دیکر اسکے خلاف فریب دہی کا مقدمہ درج کرنیکی ھدایت کر دی تھی۔ فائزہ سے بیان حلفی لیا گیا جس میں اسنے اس بات کا حلف اٹھایا کہ وہ ریحان احمد مرحوم کی وصیت کے متعلق بالکل لاعلم تھی اور جو بھی گھپلا کیا وہ زاھد نے اکیلے ہی کیا۔ اسنے زرنگار کی شادی کے روز کا حوالہ دیکر زاھد کی بدنیتی عدالت کے سامنے عیاں کر دی تھی۔ عدالت نے ریحان احمد مرحوم کی جائیداد کو شرع کے مطابق انکے تینوں بچوں میں تقسیم کرنے کا حکم دیکر عدالت برخوست کرنیکا حکم ہی دیا تھا کہ کمرہ عدالت میں ایک عجیب تماشا ہوا تھا۔ زاھد شکیل جسکو ھتھکڑی لگائی جا رہی تھی اچانک ہی فائزہ سے الجھ گیا۔

"تجھ ذلیل عورت کیوجہ سے میں ذلیل ہو گیا۔" وہ دانت پیس کر بولا تھا۔

"اوہ شٹ اپ۔ تم جیسے دھوکے باز اسی قابل ہوتے ہیں۔" فائزہ تنفر آمیز لہجے میں بولی۔

گھٹیا عورت۔۔ میں نے تیری معاونت کی اور تو نے مجھے ہی پھنسا دیا۔ کس فحشہ کیطرح تو نے مجھے اکسایا تھا۔" زاھد کف اڑا رہا تھا۔

"تم دودھ کے دھلے نہیں ہو اب اپنے گناہوں کا الزام مجھ پہ مت دھرو۔" فائزہ نے لاپرواہی سے کہا۔

"میں گواہی دونگی کہ یہ عورت بھی اس سب میں شامل تھی۔" زرنگار نے اپنے برابر بیٹھے ارمغان سے کہا۔ "ذرار کو۔ ابھی یہ دونوں خود ہی سب کچھ اگل دینگے" ارمغان نے اطمینان سے جواب دیا۔

"ذلیل عورت تیرے گناہ میرے گناہوں سے کہیں زیادہ بڑے ہیں۔ میں نے تو صرف وصیت میں گھپلا کیا تھا اور نگار کی شادی والے دن کے ڈرامے

میں حصہ لیا تھا مگر تو... تو نے تو اپنے شوہر کو ہی مار ڈالا تھا ڈائن. "زاھد کی اس بات کا فائزہ پہ کچھ عجیب سا اثر ہوا تھا لیکن اسے خوف یا حیرت نہیں کہا جاسکتا. وہ تو حقیقتاً غضبناک ہوگئی تھی. پولیس اہلکاروں کی پرواہ کیئے بغیر ہی وہ کسی بھوکی شیرنی کیطرح زاھد پہ پل پڑی تھی. "ذلیل کتے میں تجھے زندہ نہیں چھوڑونگی. "زنانہ پولیس اہلکاروں نے آگے بڑھ کر اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ لیا تھا مگر وہ خود کو چھڑوانے کی سعی کرتے ہوئے مغلظات بک رہی تھی.

"ہاں ہاں تو تو ہے ہی قاتل تیرے لیئے کسی کو مار دینا کونسی بڑی بات ہے. تو نے تو اپنے شوہر کو نہ بخشا تھا جو تجھ پہ جان دیتا تھا"زاھد بھی غصے سے بے قابو ہو رہا تھا.

"آرڈر آرڈر "جج صاحب کی پر وقار آواز کمرہ عدالت میں گونجی. پھر کچھ ہی لمحوں بعد جج صاحب کی ھدایت پہ زاھد شکیل کو کٹہرے میں لایا گیا. اور اس نے اپنا بیان حلفی دینا شروع کیا

"مجھے اپنے سب گناہوں کا اعتراف ہے اور یہ سب میں نے اس عورت کے کہنے پر ہی کیا تھا. لیکن یہ عورت سارا الزام مجھ پہ دھر کر خود بری الذمہ ہونا چاہتی ہے لیکن میں یہ نہیں ہونے دونگا. اس نے طارق اور ڈاکٹر عالیان کیساتھ مل کر ریحان احمد کو سلو پوائزن کے ذریعے مارا تھا ورنہ وہ تو مکمل طور پہ فٹ تھا. اسے کوئی بیماری نہ تھی. اس عورت نے ساری جائیداد پہ جلد از جلد قبض ہونے کیلیئے یہ سب کیا تھا. رہ گئی زرنگار تو اسے تو اس نے بچپن سے ہی اس قدر دبا کے رکھا ہوا تھا کہ وہ تو ایک لفظ بھی کسی کے سامنے منہ سے نکالنے کی اہلیت نہیں رکھتی تھی. "زاھد کے انکشافات پہ زرنگار کی نگاھوں میں نجانے کتنے ہی منظر گھوم گئے تھے اسکے ہینڈسم سے ڈیڈی کی صحت تو واقعی قابل رشک ہوا کرتی تھی. انکو اچانک سے کیا ہوگیا تھا یہ سمجھنے سے وہ تب بھی قاصر تھی.

"اس عورت نے ریحان کے فیملی ڈاکٹر، ڈاکٹر کاظم بخاری کی چھٹی کروا کر عالیان کو ہائیر کر لیا تھا. عالیان کو اس سے طارق نے ہی ملوایا تھا. اس فحشہ کے طارق کے ساتھ تعلقات تھے. "زاھد نے حقارت سے فائزہ پہ نظر ڈالی جو پولیس اہلکاروں کے چنگل میں جکڑی کھڑی تھی. وہ اچانک چیخ چیخ کر گالیاں بکنے لگی تھی.

زرنگار نے لمحوں میں صدیوں کا حساب لگایا تھا. ڈیڈی کی بیماری کے ایام میں کاظم انکل ایکبار بھی انکا معائنہ کرنے نہ آئے تھے. اور تب وہ سمجھتی تھی کہ ڈاکٹر عالیان کی صورت میں فائزہ شہر کے سب سے بڑے ڈاکٹر سے ڈیڈی کا علاج کروا رہی تھی. اسکی نگاھوں میں ڈیڈی کا دن بہ دن کمزور ہوتا وجود گھوم گیا. اسے لگا وہ آج پھر سے یتیم ہوگئی ہے.

"ممی کیا یہ سچ ہے؟" علی اٹھ کھڑا ہوا تھا.

"یہ شخص بکواس کر رہا ہے" فائزہ چلائی تھی۔

زرنگار نے تاسف سے اس منظر کو دیکھا۔جج صاحب نے فائزہ کو حراست میں لینے کے ساتھ ساتھ طارق اور ڈاکٹر عالیان کو بھی حراست میں لینے کا حکم دیا اور ملزمان کو اگلی پیشی پہ پیش کرنیکا حکم دیکر عدالت برخواست کر دی تھی۔ فائزہ اور زاھد کو حوالات بھیج دیا گیا تھا۔علی اور حمدان نے فائزہ کو یقین دلایا تھا کہ وہ اس کیلیئے بہترین وکیل کو ہائیر کرینگے۔ اگلے روز طارق اور عالیان کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا۔علی اور حمدان نے فائزہ کیلیئے بہترین وکیل ہائیر کیا تھا۔زرنگار کے وکیل نے یقین دہانی کروائی تھی کہ یہ کیس ایک آسان کیس ہی ثابت ہو گا۔

پیشی شروع ہوئی اور تمام ملزمان کو عدالت میں پیش کیا گیا۔دونوں طرف کے وکلاء نے ملزمان سے جرح کی تھی ڈاکٹر عالیان اور طارق نے فائزہ اور زاھد کو پہچاننے سے ہی انکار کر دیا تھا۔زاھد نے پھر سے اپنا بیان دہرا دیا تھا فائزہ نے تمام الزامات کو مسترد کر دیا تھا جبکہ زرنگار نے بھی ان سب کے خلاف گواہی دی تھی۔ فائزہ کے وکیل نے ایک ہفتے کی مہلت مانگ لی تھی جو منظور کر لی گئی اور عدالت برخواست ہو گئی۔ ملزمان کی ضمانت منظور نہ کی گئی تھی اور اس سلسلے میں بھی ارمغان کا اثرورسوخ ہی کام آیا تھا۔

اگلی پیشی شروع ہوئی۔ کمرہ عدالت بھر چکا تھا۔ تمام ملزمان کو ہتھکڑیاں ڈالی گئی تھیں۔ فائزہ کے خوبصورت چہرے پہ آج بے حد مردنی چھائی ہوئی تھی۔ بڑی بڑی آنکھوں میں موت کی سی ویرانی تھی۔ باقی سب ملزمان بھی قیدوبند کی صعوبتوں سے گھبرائے ہوئے نظر آرہے تھے۔ عدالتی کاروائی شروع ہوئی۔ اسی لمحے فائزہ کی آواز کمرہ عدالت میں گونجی۔ "مجھے کچھ کہنا ہے۔"

عدالت میں موجود سب نفوس اسکی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔جج صاحب کی اجازت پہ فائزہ کو کٹہرے میں لایا گیا کمرہ عدالت میں مکمل سکوت تھا۔ فائزہ نے اپنی ویران سی نظریں اٹھائیں۔

"میں نے ریحان کو سلوپوئزن کے ذریعے مارا تھا۔ اور یہ اعتراف میں اپنے پورے ہوش وحواس میں کر رہی ہوں۔" اسکی زبان سے نکلے الفاظ تمام نفوس کی سماعتوں پر کسی بم کیطرح گرے تھے۔

"ممی آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ہم آپکے ساتھ ہیں تو آپ کیوں پریشر میں آکر یہ جھوٹا الزام اپنے سر لے رہی ہیں۔"حمدان چلایا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں جج صاحب۔ میں قاتل ہوں۔ میری معاونت طارق اور عالیان نے کی تھی مگر ریحان کے کھانے کو زہر آلود میں اپنے ھاتھوں سے کرتی تھی۔ یہ سب میرا ہی پلان تھا۔اب پلیز جلدی سے مجھے پھانسی لگادیں۔" وہ سپاٹ لہجے میں بول رہی تھی۔ ہر طرف سناٹا تھا۔وقت بھی تھم گیا تھا جیسے۔ فائزہ کے اعتراف کے بعد کسی اور گواہی کی ضرورت نہ رہی تھی۔ عدالت نے فائزہ اور عالیان کو سزائے موت جبکہ طارق اور زاھد کو بھاری جرمانے کیساتھ عمر قید کی سزا سناکر عدالت برخواست کر دی تھی۔

عدالت برخواست ہونے کے بعد سب اٹھ کر کوریڈور میں نکل آئے. تبھی مجرمان کو بھی کمرہ عدالت سے باہر لایا جانے لگا. زرنگار کچھ ہی فاصلے پہ کھڑی تھی وہ سب اس سے نظریں چراتے ہوئے گزر گئے تھے. سب سے آخر میں فائزہ کو باھر لایا گیا تھا. علی اور حمدان اسکی طرف لپکے تھے. "ممی یہ کیا کر دیا آپ نے ہم آپکو بچا لیتے.." حمدان نے دکھ سے پوچھا تھا. "میں یہ اقبال جرم نہ بھی کرتی تب بھی فراڈ کرنے کے جرم میں مجھے کچھ وقت جیل میں گزارنا ہی پڑتا اور جیل... "فائزہ نے جھرجھری سی لی. "میں وہاں نہیں رہ سکتی. وہاں بہت حبس ہوتا ہے. بہت گرمی ہوتی ہے. میرا وہاں دم گھٹتا ہے. اور کھانا اتنا بدمزہ ہوتا ہے کہ ابکائیاں آتی ہیں. میں اس زندگی پہ موت کو ترجیح دیتی ہوں." فائزہ کے چہرے پہ بہت وحشت تھی.

زرنگار اسکا ایک ایک لفظ واضح طور پر سن سکتی تھی. اسکی آنکھوں میں پانی جمع ہونے لگا.

"ممی آپ نے اچھا نہیں کیا. ہم آپکو بچا لیتے" علی رونے لگا تھا.

فائزہ کچھ نہ بولی. پولیس اہلکار فائزہ کو لے کر آگے بڑھ گئے. جاتے جاتے فائزہ نے ایک بار پلٹ کر اسکی جانب دیکھا تھا. اس آخری نظر میں کتنی ویرانی کتنی حسرت تھی زرنگار سر تا پا لرز گئی.

ارمغان اسے چلنے کو کہہ رہے تھے لیکن وہ علی اور حمدان کے پاس چلی آئی. وہ دونوں برستی آنکھوں کیساتھ گم صم کھڑے تھے.

"تم.. تم نے جائیداد کی خاطر ہم سب کو تباہ کر دیا" علی اسے دیکھتے ہی نفرت سے بولا.

"مجھے دولت نہیں اپنے بھائی چاہئے. انکی محبت چاہئے" وہ رو پڑی تھی.

"آئی ہیٹ یو. اچھا ہوتا اگر ممی ڈیڈی کی بجائے تمہیں زہر دے دیتیں." حمدان نے نفرت آمیز نگاہ اس پہ ڈالی.

"میں تم دونوں کی بہن ہوں. بہت محبت کرتی ہوں تم سے" وہ جیسے منت کر رہی تھی..

"لیکن ہمیں تم سے نفرت ہے. تمہاری وجہ سے ہماری ممی کو پھانسی کی سزا ہو گئی." علی بولا

"ممی نے گناہ کیے تھے اسلئے انکو سزا ملی. مگر تم دونوں تو میرے بھائی ہو مجھ سے یوں نفرت نہ کرو."

"ممی نے جو کیا بالکل ٹھیک کیا. تم بھی ڈیڈی کیساتھ ہی مر جاتی تو اچھا ہوتا" حمدان نے زہر خند لہجے میں کہا

"وہ ہمارے باپ تھے." وہ صدمے سے چلائی.

"واٹ ایور. ہمیں اپنی ماں سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں." علی بھی جوابا چلایا تھا. اسے اپنی سماعتوں پہ یقین نہ آیا تھا.

"ہماری نظروں کے سامنے سے دفع ہو جاؤ." حمدان نفرت سے بولا تھا.

"میں بہن ہوں تم دونوں کی." وہ بلک رہی تھی.

"تم ہماری بہن نہیں ہو. تم ڈائن ہو چڑیل ہو. چلو علی. "حمدان علی کا بازو پکڑ کر آگے بڑھ گیا تھا. وہ برستی آنکھوں کے ساتھ وہیں کھڑی رہی. "چلو زرنگار گھر چلیں" ارمغان کے مہربان ہاتھوں نے اسے شانوں سے تھام کر نرم لہجے میں کہا تھا. وہ دکھی دل سے انکے ساتھ چل پڑی

کوئی سورج جاگے میری دھرتی پر

کچھ ایسا ہو یہ رات ڈھلے

ریحان ولا پہ آج ایک سوگوار سی اداسی چھائی ہوئی تھی. ریحان احمد کی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کا قانون کے مطابق بٹوارہ ہو چکا تھا. گزشتہ روز فائزہ کو پھانسی دیدی گئی تھی. علی اور حمدان اپنی تمام جائیداد فروخت کر کے ملک سے باہر جا رہے تھے. ریحان ولا بھی فروخت ہو چکا تھا. آج وہاں سے سامان اٹھایا جا رہا تھا. علی اور حمدان اپنی اور فائزہ کی سب چیزیں لے گئے تھے لیکن اسماء اور ریحان کا سامان وہ چھوڑ گئے تھے زرنگار اپنے ماں اور باپ کی کچھ یادیں سمیٹنے چلی آئی تھی. تقریباً تمام کمروں کو خالی کیا جا چکا تھا. ارمغان سوزوکی میں سامان لوڈ کروا رہے تھے اور وہ ایک سے دوسرے کمرے میں چکراتی پھر رہی تھی.

کوئی ہاتھ میں تھامے ہاتھ میرا

کوئی لیکر مجھ کو ساتھ چلے

وہ ڈیڈ کے کمرے کے عین وسط میں کھڑی تھی. اسکی نظروں کے سامنے کچھ دھندلے دھندلے منظر گڈمڈ ہو رہے تھے. وہ ڈیڈی کی لاڈلی پرنسز تھی. کتنا پیار کرتے تھے وہ اس سے. مگر بیچ راہ میں اس کا ساتھ چھوڑ گئے تھے... ایکبار فائزہ سے ہار مان کر اور دوسری بار موت کے آگے ہار کر...

اور وہ بیٹھے میرے پہلو میں

اور میرے ہاتھ میں ہاتھ دھرے

وہ آگے بڑھ کر گلاس ونڈو کے قریب آگئی. اور سلائیڈ کھسکائی. بہار کی خوشگوار ہوا اندر داخل ہوئی تھی.

"تم ہماری بہن نہیں ہو. وی ہیٹ یو."

اس نے ہلکی سے سسکی لی... وہ جو اسکے بھائی اسکے محرم تھے.. اس سے کتنی نفرت کرتے تھے. خون کی کشش بھی کبھی ان پہ حاوی نہ ہوئی تھی. اسکی آنکھوں سے دو آنسو ٹوٹ کر گرے تھے.

"چلیں زرنگار" ارمغان کی آواز پہ وہ چونک کر پلٹی. وہ کمرے کے دروازے میں ایستادہ تھے.

"ارمغان.. آپ یہ سب کیسے جان گئیے تھے ؟"" وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولی

ارمغان نے ایک گہری سانس لی اور چلتے ہوئے اسکے پاس آکھڑے ہوئے. "زرنگار میں نے تم سے شادی کی وجہ تمہیں بتائی تھی نااس میں کچھ بھی جھوٹ نہیں. مگر جب آہستہ آہستہ میں نے تمہیں جاننا شروع کیا تو مجھے تمہارے ماضی کے متعلق تجسس ہونے لگا اسی لئے میں نے تم سے سب دریافت کیا تھا. اسکے بعد اسکی تصدیق کی. زرنگار یہ سب سازشیں اتنے مضبوط پلاٹ نہیں رکھتی تھیں کہ تم یوں ٹریپ ہو جاتی ان سب نے تمہیں دماغی بیچارگی میں مبتلا کرنیکی کوشش کی تھی. اور تم اسقدر بیچارگی میں مبتلا ہو گئی کہ بالکل سامنے کی باتیں بھی نہ سمجھ سکی. اسی لئے ان لوگوں نے تمہیں ہر ہر طرح ایکسپلائٹ کیا. میں نے بہت جلد یہ جج کر لیا تھا کہ تم خود کو بالکل ہی بے کس ولاچار سمجھتی ہو. لیکن پھر وہ ویلکم پارٹی کی ریہرسلز کا دن تھا جب تم میرے ساتھ آکھڑی ہوئی تھی صرف مجھے ان لڑکیوں کے سامنے سے ہٹانے کیلئیے باہر لے آئی تھی اس دن مجھے لگا کہ جو لڑکی اپنی چیز کیلئیے اتنی پوزیسو ہو سکتی وہ اتنے عرصے بیوقوف کیوں بنتی رہی. بس تبھی سے مجھے تم سے محبت ہو گئی تھی. اور میں نے ٹھان لی تھی کہ تمہیں دنیا کے سامنے سر اٹھا کر جینا سکھا کر رہونگا. "وہ ہلکا سا مسکرائے تھے. وہ ایک ٹرانس کے عالم میں انکی طرف دیکھ رہی تھی.

"میں نے تھوڑا سا غور کیا تو مجھے لگا کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے اسلیئے میں اپنے دوست سے ملا ہم نے اپنے تئیں کچھ تحقیقات کروائیں. جمشید (ایس پی) نے بھی میری کافی ہیلپ کی اور ہمیں یہ سمجھ میں آگئی کہ یہ سب ایک سازش ہے. میں تمہارے کچھ رشتے داروں سے بھی ملا مگر کسی نے بھی عدالت میں گواہی دینے پر آمادگی کا اظہار نہ کیا بہر حال میں نے فائزہ اور زاھد شکیل سے براہ راست بات کی اور فائزہ تمہارے پاس دوڑی آئی. اسکے بعد کے سب واقعات تو تم جانتی ہی ہو. "وہ خاموش ہو گئے تھے. زرنگار پلٹ کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی.

"مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہ لوگ قاتل بھی ہیں. سچ ہی کہ انسان جب گرنے پہ آتا ہے تو ابلیس کو بھی مات دی دیتا ہے" وہ گہری سانس بھر کر بولے تھے.

"ڈیڈی نے ہمیشہ مجھے بیچ راستے میں چھوڑا.. کیا تھا جو وہ فائزہ سے شادی کے بعد میری طرف سے بے پرواہ نہ ہوتے... مجھے اہمیت دیتے. پروٹیکشن دیتے. انھوں نے مجھے چھوڑ دیا. اور جسے اپنے چھوڑ دیں اسے غیر مل جاتے ہیں ارمغان. "وہ کھڑکی سے باہر کسی غیر مرئی نقطے پہ نظریں جمائے ہوئے کھوئے کھوئے لہجے میں بول رہی تھی.

"انسان خطا کا پتلا ہوتا ہے زرنگار.. اپنے باپ سے بدگمان نہ ہو. "انھوں نے اسکے شانے پہ ھاتھ رکھ کر نرم لہجے میں کہا

"ممی تو میری کچھ نہیں تھیں مگر علی اور حمدان تو میرے بھائی... "اسکی آواز دکھ سے حلق میں پھنس گئی تھی. "میں نے ان سے کبھی نفرت نہیں کی پھر انہیں مجھ سے اتنی نفرت کب ہو گئی کیوں ہو گئی."

"اگر رشتے کی نوعیت سوتیلی ہو تو خون کی کشش غالب آ ہی جاتی. لیکن اگر رشتوں کی فطرت میں سوتیلا پن ہو تو حسد اور نفرت کے جذبات ہی دلوں میں پرورش پاتے ہیں. اور زر نگار انسان کی فطرت کبھی نہیں بدلتی."

زر نگار انکی طرف پلٹی. اسکا چہرا آنسوؤں سے تر تھا

"اور آپ نے جو احسانات مجھ پہ کر دیئے ہیں میں ساری عمر بھی انکا بدلہ نہ چکا پاؤنگی.." اسنے نم لہجے میں کہا تھا

"محبت میں صلے کی تمنا کیلیئے کچھ نہیں کیا جاتا.. محبت تو بے لوث ہوتی ہے. میں تمہیں ایک بااعتماد انسان دیکھنا چاہتا تھا اور اس کے لیئے مجھ سے جو ہو سکا میں نے کیا." وہ مضبوط لہجے میں کہہ رہے تھے.

آنسو پونچھ کر میری آنکھوں سے

رکے رکے لہجے میں کہے

"تم میری بیوی ہو.. میری اولین چاہت.. میری زندگی کی ہر خوشی تم سے تم تک محدود ہے. اور پلیز آئندہ تم نے رونا نہیں." انھوں نے بڑی نرمی سے اسکے اشکوں کو اپنی انگلیوں کی پوروں پہ سمیٹا تھا.

کیوں مجھ سے تم ہو خفا خفا

کیوں یوں روٹھے بیٹھے ہو

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے کچھ دنوں تمہیں اگنور کر کے تمہیں دکھ دیا. بعض دفعہ اپنی باتوں سے تمہیں ہرٹ بھی کیا."

یوں تنہا سفر کبھی کٹتا نہیں

آؤ ہم تم دونوں ساتھ چلیں

"لیکن آئندہ زندگی میں انشاء اللہ میری ذات سے تمہیں کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچے گی." وہ اسکا ھاتھ تھامے محبت سے کہہ رہے تھے.

"آئی لو یو ارمغان." وہ بس اتنا ہی کہہ سکی تھی.

"آئی لو یو ٹو زر نگار.. آؤ اپنے گھر واپس چلیں" انھوں نے اسکے شانے پہ بازو پھیلا کر قدم آگے بڑھائے تھے.

وہ انکے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلتی ہوئی ریحان ولا سے باہر آئی. اب وہاں سے ریحان احمد کے نام کی تختی ہٹائی جا چکی تھی. چوکیدار گیٹ بند کر رہا تھا. ارمغان گاڑی کا دروازہ کھولے اسکے منتظر تھے. زر نگار نے گاڑی میں بیٹھنے سے قبل ایکبار پلٹ کر اس شاندار عمارت کیطرف دیکھا گیٹ پہ بڑا سا

تالا ڈال دیا گیا تھا۔ وہ آج اپنے تاریک ماضی کا ہر باب بند کر آئی تھی۔ ارمغان کی سنگت میں اسکا خوشیوں سے بھرپور روشن مستقبل اسکا منتظر تھا۔

#ختم_شد

PRIME URDU NOVELS